ماہنامہ
راہ اسلام
شمارہ ۱۷۵-۱۷۶، نومبر-دسمبر ۱۹۹۸ء

عید سعید فطر

یعنی مستضعفین عالم کی حمایت کا مبارک دن
تمام قارئین ماہنامہ راہ اسلام کو
مبارک ہو۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْریٰ بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ....

وہ خدا پاک و پاکیزہ ہے جس نے اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی جس کے چوگرد ہم نے ہر قسم کی برکت مہیا کر رکھی ہے.... (سورہ بنی اسرائیل۔ آیت ۱)

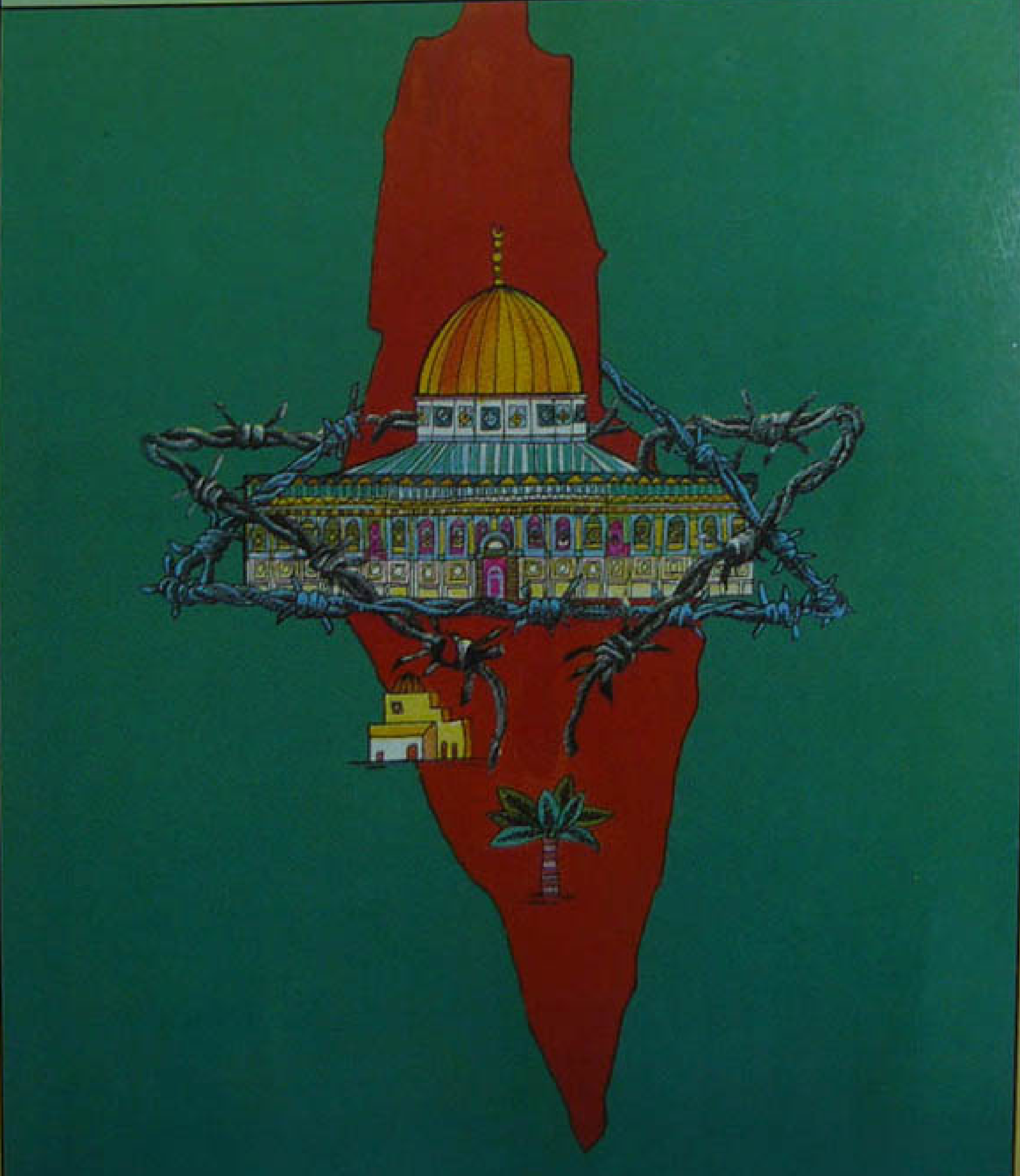

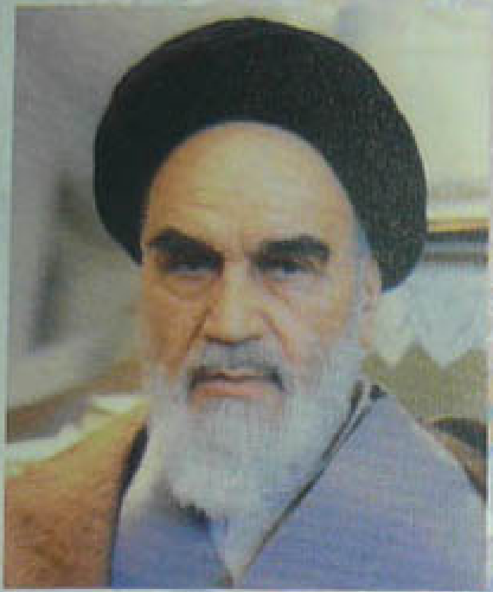

ملّت اسلامیہ عالم کی
بیداری و دانشمندی کے
سایہ میں بیت المقدس کی
آزادی اور غاصب اسرائیلی
حکومت کی نابودی یقینی ہے۔

☆☆☆

صہیونی حکومت کی نابودی ہی
مسئلۂ فلسطین کا واحد حل ہے۔
(آیت اللہ سید علی خامنہ ای)

اگر ہر مسلمان اسرائیل پر
ایک ایک بالٹی پانی انڈیل
دے تو اسرائیل خوفناک
سیلاب کا شکار ہو جائے گا۔

☆☆☆

میں عرب ملکوں کو نصیحت
کرتا ہوں کہ وہ باہم متحد
ہو جائیں اور اس مادّۂ فساد
اسرائیل کو نیست و نابود کر
ڈالیں۔ (امام خمینیؒ)

ماهنامہ
راہ اسلام

شمارہ ۱۷۵-۱۷۶- نومبر-دسمبر ۱۹۹۸ء

اس شمارے میں

اداریہ ۲
زندگانی پیغمبر اسلامؐ .... از: استاد جعفر سبحانی ۴
ماہ قرآن کی آمد آمد .... از: حجت الاسلام سید محمد علی ایازی ۸
رمضان المبارک یعنی عظمتوں کا مہینہ ۱۲
قوت کشش علیؑ کے رموز .... از: استاد شہید مرتضیٰ مطہری ۱۴
اردو شاعری میں تذکرۂ فاطمہ زہراؑ .... از: ڈاکٹر رفیعہ شبنم عابدی ۱۷
فضیلت شب قدر .... از: ناصر باقری بید ہندی ۲۰
امام خمینیؒ کی سیاسی زندگی .... از: محمد حسن رجبی ۲۲
ہندستان میں فارسی ادب .... از: پروفیسر سید جعفر رضا ۲۶
بیت المقدس ۳۱
اسلامی فنونِ لطیفہ .... از: تائٹس برکہارٹ ۳۴
نظم ۳۸
تعزیتی پیغام .... از: رہبر معظم آیت اللہ خامنہ ای ۳۹
علامہ محمد تقی جعفری ۴۰
فقہی استنباط میں مختلف علوم کے اثرات .... از: علامہ محمد تقی جعفری ۴۲
آپ کا صفحہ ۵۰
اہم خبریں ۵۲

راہ اسلام میں شائع ہونے والے ہر مقالے کا جمہوری اسلامی ایران کے نظریات کا مظہر ہونا لازمی نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر:
محمد رضا باقری
خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران
۱۸- تلک مارگ، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۱

فون:
۳۳۸۳۲۳۲
۳۳۸۳۲۳۳
۳۳۸۳۲۳۴

ادارتی و دیگر معلومات کے لئے
مندرجہ ذیل پتہ پر بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے:

خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران
۳۳- مہارشی کروے روڈ
(ایم-کے-روڈ)
بالمقابل چرنی روڈ ریلوے اسٹیشن۔ بمبئی

اعلیٰ پرنٹنگ پریس
۶۵۶- گلی سوداگران، بلی ماران۔ دہلی-۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن

ماہ رمضان و بہار قرآن کی آمد دنیا کے تمام مسلمانوں کو مبارک ہو

رمضان المبارک کا مہینہ

آخری الٰہی و آسمانی مذہب کی حیثیت سے، مذہب اسلام نے انسانوں کو منزل کمال و تکامل عطا کرنے والے تمام وسائل وامکانات کا بھرپور اور ہمہ جہتی اہتمام کیا ہے۔ درحقیقت ان وسائل وامکانات کی فراہمی کے ذریعہ خداوند عالم مسلمانوں کو ہمیشہ سرگرم عمل اور خوشحال رکھنا چاہتا ہے تاکہ وہ مکمل ہمہ جہتی واقفیت و آگاہی کے ساتھ ذاتی اور سماجی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے لازمی اقدام کرسکیں اور منزل کمال حاصل کرتے ہوئے، اپنے دوسرے ساتھیوں اور انسانوں کے لئے نمونہ بن سکیں۔

ماہ رمضان درحقیقت مسلمانوں کی خودسازی کا مہینہ ہے تاکہ وہ اپنی جسمانی اور روحانی پاکیزگی کی وجہ سے حقائق کے پوشیدہ پہلوؤں سے بھی آگاہ رہیں اور اپنی انسانی حقیقت کو سمجھنے میں انہیں ذرہ برابر کوئی دشواری نہ ہو۔ اس مبارک مہینے میں مسلمان اپنی مادی خواہشات کو قابو میں رکھتے ہوئے ہمہ وقت اور ہمہ تن اپنے نفس کی طہارت وپاکیزگی میں لگے رہتے ہیں تاکہ وہ اپنی ذمہ داری کے احساس کو اور زیادہ وسیع وبیدار کرسکیں۔

اس مہینے میں مسلمان محرمات وممنوعات الٰہی سے ہر ممکن پرہیزو علیحدگی اختیار کرتے ہوئے، خداوند عالم سے قربت ونزدیکی کی نیت کے ساتھ تمام فرائض ادا کرتے ہیں اور اپنے جسم پر مکمل تسلط وقابو کے ساتھ اپنی روح کو پہلے سے زیادہ آمادہ و آگاہ اور سرگرم عمل رکھتے ہیں تاکہ انہیں زیادہ جسمانی اور روحانی سکون حاصل ہوسکے۔

لہٰذا اس ماہ صیام، ماہ ظہور حق، ماہ نزول رحمت وفضیلت، ماہ انقلاب ومقاومت، ماہ فریادرسی، ماہ عروج عبادت، ماہ سلامتی اسلام، ماہ امانت ایمان، ماہ بلاغت تبلیغ، ماہ تحکیم احکام الٰہی، ماہ حکومتِ حکمت، ماہ ارشاد وہدایت، ماہ تردید شیاطین، ماہ کمال کامیابی اور مختصر لفظوں میں نزول قرآن ورحمت خداوندی کے اس مبارک مہینے پر ہمارا درود وسلام۔

پیغمبر عظیم الشان حضرت محمد مصطفٰےؐ پر ہمارا درودوسلام جنہوں نے شہر اللہ الاکبر کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہی وہ مبارک مہینہ ہے جو خداوند عالم کی نظر میں تمام مہینوں سے افضل ہے۔ اس ماہ مبارک کے دن دوسرے تمام دنوں سے اور اس کی راتیں دوسری تمام راتوں سے بہتر وافضل ہیں..... اس مہینے میں آپ لوگ اپنے نزدیکی قرابت داروں سے ملنے جائیے، اپنی زبان کو نازیبا کلمات سے محفوظ رکھئے اور جن چیزوں کا دیکھنا خداوند عالم نے حرام قرار دیا ہے، انہیں اپنی آنکھوں سے قطعی نہ دیکھئے اور اپنے کانوں کو بھی غیر شرعی اور ناجائز آوازوں سے دور و محفوظ رکھئے.... اے لوگو! تمہارا نفس تمہارے اعمال کے ہاتھوں گروی ہے لہٰذا بارگاہ عالیہ الٰہی میں دعا کرو کہ تمہاری لغزشوں اور تمہارے گناہوں کو نظرانداز کردے۔ اے لوگو! تمہاری پشت پر گناہوں کا بھاری بوجھ موجود ہے لہٰذا اس مبارک مہینے میں اپنے طولانی سجدوں سے اس بھاری بوجھ کو کم کرنے کی کوشش کرو۔

اس ماہ مبارک کے شہید شاہد و مولائے متقیان حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر درود و سلام جنہوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ "اے خدا! ہم نے تیری رضا و خوشنودی و اطاعت کے لئے روزہ رکھا اور تیری ہی روزی سے افطار کیا لہذا ہم سے جو کچھ ہو سکا ہے اُسے قبول فرما کیونکہ تو بڑا سمیع و علیم ہے۔ اور محراب عبادت میں ابن ملجم ملعون کی زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے سر شگافتہ ہونے کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ "فزت و رب الکعبہ" یعنی کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

اور خواتین عالم کی سردار ام ابیہا کے لقب سے سرفراز حضرت فاطمہ مرضیہ (س) پر درود و سلام جو ماہ رمضان بالخصوص اس مہینے میں آنے والی بیداری و آگہی کی رات یعنی "شب قدر" کی فضیلتوں سے بخوبی آگاہ تھیں اور اس رات گھر والوں کو سونے نہیں دیتی تھیں۔ انہیں کھانا کم دیتی تھیں اور ایک دن پہلے ہی سے شب قدر کی تیاری میں لگ جایا کرتی تھیں۔ اور اس بابرکت رات کے سلسلے میں کہا کرتی تھیں کہ "محروم وہ شخص ہے جو اس رات کی برکتوں سے محروم رہ جائے۔"

اور جملہ ائمہ معصومینؑ اور اولیاء الٰہی پر درود و سلام جو اپنے ارشادات عالیہ کے ذریعہ ہم لوگوں کو اس ماہ مبارک اور اس میں واقع ہونے والی شب قدر کی اہمیت و فضیلت کی طرف متوجہ کرتے رہے۔

جی ہاں! اس مبارک مہینے میں مسلمانوں کو حتی الامکان اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کے حالات سے باخبر رہنے کی کوشش کرنی چاہئے اور جو مسلمان بھائی سختیوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہوں ان کی زبوں حالی کو دور کرنے کے لئے ہر لازمی اقدام کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ اسلامی اخوت و برادری اور یگانگت و ہم آہنگی کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے دنیا والوں کو یہ باور کرا سکیں کہ مسلمانان عالم "بنیان مرصوص" کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے درمیان آج مقبوضہ فلسطین میں زندگی بسر کرنے والے مسلمانوں کی حالت سب سے زیادہ المناک اور غم انگیز ہے کیونکہ عالمی سامراجی اور استکباری طاقتوں کی مدد سے جلاد صفت غاصب صیہونی حکمران یہاں کے مسلمانوں کو روز افزوں مظالم کا شکار بناتے رہتے ہیں اور ان جلادوں کی نظر میں فلسطینی مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم ڈھانا ایک عام اور معمولی بات ہے۔ اور دوسری طرف ان جلادوں نے مسلمانوں کے قبلۂ اول یعنی سرزمین بیت المقدس اور قدس شریف پر اپنا غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے۔ ایسے ظالمانہ حالات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے، دنیا کے ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ عالمی سامراج اور صیہونیت کے خلاف اپنا اعتراض و غم و غصہ ظاہر کرتے ہوئے صیہونی مظالم کی مذمت اور فلسطینی مظلومین کی حمایت میں ایسا زوردار نعرہ بلند کریں کہ اس کی آواز عالمی فضا میں گونجنے لگے۔

اسی وجہ سے موجودہ صدی میں حقیقی اسلام محمدی کی تجدید حیات میں ہمہ تن سرگرم حضرت امام خمینیؒ نے اپنی زندگی میں بار بار اس غاصبانہ تسلط کے خلاف آواز بلند کی اور مسلمانوں کو عصری فکر و آگہی سے مالا مال کرتے ہوئے صیہونی مظالم کی تردید و مذمت اور فلسطینی مظلومین کی ہمدردی و حمایت میں اجتماعی احتجاج و اعتراض کے اظہار کی دعوت بھی دی اور ان سے یہ مطالبہ کیا کہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو عالمی یوم قدس قرار دیتے ہوئے ساری دنیا بالخصوص مسلمانان عالم کو صیہونیوں کے مظالم سے آگاہ کرنے کے لئے احتجاجی اجتماعات اور مظاہروں کا اہتمام کریں اور بین الاقوامی اداروں نیز تنظیموں سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ سرزمین فلسطین اور بیت المقدس کو اس کے حقیقی باشندوں اور مالکوں کے حوالے کر دیں تاکہ آوارہ وطن فلسطینی مسلمان اپنے آبائی وطن کو دوبارہ آباد کر سکیں اور انہیں وحشیانہ مظالم اور صیہونی بربریت سے نجات حاصل ہو سکے۔

زندگانی پیغمبر اسلامؐ:

سپاہ تبلیغ [1]

(ہجرت کے چوتھے سال کے حوادث)

از: جعفر سبحانی

جنگ احد کے خاتمہ کے بعد مسلمانوں کی سیاسی شکست کے آثار پوری طرح نمایاں تھے۔ مسلمانوں نے اگرچہ کامیاب دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی دکھائی اور اسے دوبارہ قتل وغارتگری نہیں کرنے دی پھر بھی حادثہ احد کے بعد داخلی اور خارجی سطح پر اسلام کی نابودی کے لئے مختلف النوع تحریکوں کا سلسلہ کافی بڑھ گیا تھا۔ داخلی سطح پر مدینہ کے منافقوں اور یہودیوں نیز خارجی سطح پر مدینہ کے نزدیک اور دور افتادہ علاقے کے مشرکوں میں بڑا حوصلہ پیدا ہو گیا تھا چنانچہ وہ اسلام کے خلاف سازشوں کا جال بچھانے اور فوج و اسلحہ جمع کرنے میں ہمہ تن سرگرم نظر آرہے تھے۔

پیغمبر اکرمؐ بڑی مہارت کے ساتھ اندرونی سازشوں کا جواب دے رہے تھے اور مجاہد سپاہیوں کا دستہ بھیج کر مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھنے والے بیرونی قبیلوں کا سر کچل دیتے تھے۔ اسی زمانہ میں یہ خبر ملی کہ قبیلۂ بنی اسد والے، مدینہ پر قبضہ کرنے اور مسلمانوں کا قتل عام کرنے کا منصوبہ بنائے ہوئے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے فوراً ہی ابو سلمہ کی سپہ سالاری میں ڈیڑھ سو مجاہدوں کا ایک فوجی دستہ سازش کرنے والوں کے علاقے کی طرف روانہ کر دیا۔ اور سپہ سالار کو یہ حکم دیا کہ وہ مقصد سفر کو پوشیدہ رکھے اور اپنی نقل و حرکت سے بھی یہ نہ ظاہر ہونے دے کہ مجاہدین اسلام کا پروگرام کیا ہے۔ دن کے وقت وہ آرام کرے اور رات کے سناٹے میں سفر کی منزلیں طے کرے۔ اس نے پیغمبرؐ کے حکم کے مطابق عمل کیا اور رات کے وقت قبیلۂ بنی اسد کا محاصرہ کر لیا اور بڑی دلیری سے ان لوگوں کی سازش کا کام تمام کر دیا اور فاتحانہ انداز میں قدرے مال غنیمت کے ساتھ مدینہ واپس آگیا۔ یہ واقعہ ہجرت کے ۳۵ ویں مہینے رونما ہوا۔[2]

مبلغین کے قتل کا ماہرانہ منصوبہ:

پیغمبر اکرمؐ فوجی دستے بھیج کر سازش کرنے والوں کے منصوبوں کو ناکام بنادیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ تبلیغی جماعتوں کو بھیج کر قبائل کے غیر جانبدار لوگوں کو اسلامی معارف کی طرف دعوت دینے کی کوشش بھی کیا کرتے تھے۔ ماہر مبلغین میں حافظ قرآن اور احکام الٰہی و ارشادات نبوی سے بخوبی آشنا افراد شامل ہوتے تھے اور یہ لوگ اپنی جان کی بازی لگا کر دور دراز کے لوگوں کے سامنے اسلامی عقائد کو نہایت واضح زبان و انداز بیان سے پیش کیا کرتے تھے۔

پیغمبر اکرمؐ فوجی دستوں اور تبلیغی جماعتوں کو بھیج کر نبوت کی دو اہم ذمہ داریوں کے سلسلے میں اپنی ثابت قدمی کا ثبوت فراہم کر رہے تھے۔

درحقیقت فوجی ٹکڑیوں کو بھیجنے کا مقصد ان فتنوں کی نابودی تھا جو کسی وقت بھی رونما ہو سکتے تھے۔ ان فتنوں کی نابودی کے بعد سلامتی اور آزادی کے ماحول میں تبلیغی جماعت قلوب پر حکومت اور روشن فکری پر مشتمل اپنے فریضہ کو بخوبی انجام دے سکتی تھی۔

لیکن بعض وحشی اور پست قبیلوں نے ان اسلامی مبلغین کے ساتھ جو کہ درحقیقت اسلام کی معنوی طاقت تھے اور کفر و بت پرستی کی نابودی کے ساتھ ہی ساتھ توحید پرستی کی ترویج میں لگے ہوئے تھے، مکر و فریب سے کام لیا اور انہیں نہایت بیرحمی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ ابن ہشام[3] نے ان نامور مبلغین کی تعداد چھ اور ابن سعد نے[4] دس افراد پر مشتمل قرار دی ہے۔ ذیل میں ان میں سے بعض مبلغین کے حالات ملاحظہ ہوں:

مبلغین اسلام کا بیرحمانہ قتل عام

"عضل" اور "قارہ" نامی قبیلوں کی ایک نمائندہ جماعت مکر و فریب کے ساتھ بارگاہ نبوت میں شرفیاب ہوئی۔ اس جماعت کے لوگوں نے پیغمبرؐ سے کہا: اے پیغمبر خدا! ہمارے قلوب اسلام کی طرف متوجہ ہیں اور ہمارے علاقے میں اسلام قبول کرنے کے لئے ماحول پوری طرح سازگار ہے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ آپ اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ ہم لوگوں کو قرآن پڑھادیں اور حرام و حلال سے آگاہ کردیں۔(۵)

پیغمبر کا یہ فریضہ تھا کہ وہ ان بڑے قبیلوں کے نمائندوں کے مطالبہ کا مثبت جواب دیں اور مسلمانوں پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں لہٰذا پیغمبر اکرمؐ نے "مرثد" کی سپہ سالاری میں اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت ان لوگوں کے ساتھ روانہ کردی۔

مبلغین اسلام کی یہ جماعت ان لوگوں کے ساتھ مدینہ سے باہر نکل کر مسلمانوں کے علاقے سے بہت دور چلی گئی۔ اس علاقہ کا نام "رجیع" تھا۔ یہاں پہونچنے کے بعد ان لوگوں نے اپنی فاسد نیت کا اظہار کیا۔ ان لوگوں نے قریب میں آباد "قبیلہ ہذیل" کی مدد سے(۶) ان مبلغوں کو گرفتار کرکے موت کے گھاٹ اتار دینے کا فیصلہ کرلیا۔

ان مسلمان مبلغوں کو مسلح افراد نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور ان کے پاس تلوار اٹھانے کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ نہ رہ گیا تھا لہٰذا ان لوگوں نے تلوار سنبھالی اور اپنی حفاظت کے لئے آمادہ ہوگئے لیکن دشمنوں نے قسم کھاتے ہوئے کہا کہ ہم لوگوں کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ تمہیں گرفتار کرکے قریش کے حوالے کردیں اور اس کے بدلے میں ہمیں کچھ نقد انعام مل جائے۔

مسلمانوں نے ایک دوسرے کو غور سے دیکھا اور ان میں سے زیادہ تر افراد نے یہ فیصلہ کیا کہ دشمنوں کے خلاف جنگ کریں لہٰذا ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولے کہ "ہم مشرکوں اور بت پرستوں کے عہد و پیمان پر بھروسہ نہیں کرتے۔" یہ کہتے ہوئے ان لوگوں

ہتھیار ڈال دئے اور دشمنوں نے انہیں گرفتار کرلیا۔ اور راستہ میں عبداللہ نے یہ محسوس کیا کہ دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال کر انہوں نے غلطی کی ہے لہٰذا انہوں نے موقع پاتے ہی تلوار اٹھائی اور دشمنوں پر حملہ آور ہوگئے۔ وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے اور عبداللہ پر اتنے پتھر برسائے کہ وہ اسی جگہ ڈھیر ہوگئے اور انہیں اسی جگہ پر سپرد خاک کردیا گیا۔

لیکن دوسرے دو قیدیوں کو کفار مکہ کے حوالے کردیا گیا اور اس کے بدلے میں کفار مکہ نے ان قبیلوں کے دو قیدیوں کو آزاد کردیا۔ "صفوان امیہ" نے، جس کا باپ جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا، زید کو خرید لیا تاکہ ایک مسلمان مبلغ کو قتل کرکے وہ اپنے باپ کا بدلہ لے سکے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے یہ فیصلہ

ان مسلمان مبلغوں کو مسلح افراد نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور ان کے پاس تلوار اٹھانے کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ نہ رہ گیا تھا لہٰذا ان لوگوں نے تلوار سنبھالی اور اپنی حفاظت کے لئے آمادہ ہوگئے۔

نے دشمنوں کے مقابلے میں شجاعانہ جہاد شروع کردیا اور اسلام کی تبلیغ و مذہب حق کی حفاظت کی راہ میں اپنی جان نچھاور کردی۔

لیکن تین افراد "زید بن دثنہ"، "خبیب عدی" اور "عبداللہ" نے دشمنوں کے سامنے

کیا کہ ایک عظیم الشان اجتماع کے دوران زید کو پھانسی دی جائے۔ ان لوگوں نے "تنعیم" نامی جگہ پر زید کو پھانسی دینے کا اہتمام کیا۔ قریش اور ان کے ساتھی وقت معینہ پر اس جگہ جمع ہوگئے۔ زید کو پھانسی کے تختہ کے قریب کھڑا کردیا

گیا۔ ان کی زندگی کے آخری لمحات تھے اور سب لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ تھوڑی دیر بعد انہیں پھانسی دے دی جائے گی۔

ابو سفیان کو فرعون مکہ کی حیثیت حاصل تھی اور اسلام کے خلاف رونما ہونے والے تمام حوادث میں خفیہ یا علانیہ طور پر اس کا ہاتھ ضرور ہوا کرتا تھا۔ اس موقع پر بھی اس نے زید کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: ''میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس پر تمہارا عقیدہ و ایمان ہے، کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمہاری جگہ پر ''محمد'' کو قتل کر دیا جائے اور تمہیں آزادی حاصل ہو جائے اور تم اپنے گھر والوں کے درمیان پہونچ جاؤ؟''

زید نے بڑی شجاعت کے ساتھ ابو سفیان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا: ''میں ہرگز یہ نہ چاہوں گا کہ پیغمبرؐ کے پیر میں کوئی کانٹا بھی لگے، چاہے اس کے بدلے میں مجھے آزادی ہی کیوں نہ ملنے والی ہو۔'' زید کا جواب سننے کے بعد ابو سفیان پر بوکھلاہٹ طاری ہوگئی اور پیغمبرؐ کی شخصیت میں ان کے اصحاب باوفا کی غیر معمولی دلچسپی پر تعجب ظاہر کرتے ہوئے کہنے لگا: ''میں نے اپنی زندگی میں کسی شخص کے ایسے باوفا اصحاب نہیں دیکھے جیسے وفادار اصحاب، محمد کو ملے جو اس حد تک فداکار ہیں کہ ہمہ وقت اپنی جان نچھاور کرنے پر آمادہ ہیں۔''

کچھ ہی دیر میں زید کو پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا اور ان کی روح قفس عنصری سے عالم ملکوت کی طرف پرواز کر گئی اور دفاع حق و تحفظ و تبلیغ اسلام کی راہ میں مشرکین کے خلاف نبرد آزمائی کرتے ہوئے شہادت سے ہم آغوش ہوگئے۔

دوسرے مبلغ ''خبیب'' لمبی مدت تک قید و اسیری کے مصائب جھیلتے رہے۔ آخر کار مکہ والوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انہیں ''تنعیم'' میں پھانسی دیدی جائے ۵ خبیب نے پھانسی کے تختے کے قریب موجود مکہ کے جلادوں سے دو رکعت نماز ادا کرنے کی اجازت مانگی اور انتہائی مختصر مدت میں نماز تمام کرنے کے بعد انہوں نے سرداران قریش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ''میں نے یہ نماز اتنی جلدی اس لئے تمام کر دی کہ کہیں تم لوگ یہ نہ خیال کرو کہ موت کے ڈر سے دیر تک نماز میں مشغول ہوں، حالانکہ میں عام طور پر دیر تک نماز پڑھتا ہوں اور میرے رکوع و سجدے طولانی ہوا کرتے ہیں۔''۹ اس کے بعد خبیب نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور کہنے لگے: ''خداوندا! تو بہتر جانتا ہے کہ تیرے حبیبؐ نے مجھے جو کام سونپا تھا اسے میں نے پوری طرح انجام دیا۔'' اس کے بعد پھانسی کا حکم جاری ہوگیا۔ اس وقت خبیب کی زبان پر یہ جملے تھے: ''پروردگارا! تو دیکھ رہا ہے کہ میرے اطراف میں کوئی ایسا نہیں ہے جو پیغمبرؐ کی خدمت میں میرا سلام پہونچا دے۔ لہذا اے خدا اب تو ہی پیغمبرؐ تک میرا سلام پہونچا دے۔''

اس مرد مبلغ کے مذہبی احساسات کا مشاہدہ کر کے ''ابو عقبہ'' پر دیوانگی طاری ہوگئی اور اس نے خبیب پر ایک ایسا وار کیا کہ ان کا کام تمام ہوگیا۔

زید نے بڑی شجاعت کے ساتھ ابو سفیان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا: ''میں ہرگز یہ نہ چاہوں گا کہ پیغمبرؐ کے پیر میں کوئی کانٹا بھی لگے، چاہے اس کے بدلے میں مجھے آزادی ہی کیوں نہ ملنے والی ہو۔''

ابن ہشام کا بیان ہے ۱۰ کہ زندگی کی آخری سانس لینے سے پہلے خبیب نے سردار کچھ اشعار پڑھے جس کے آخری دو اشعار میں جو مضمون تھا وہ درج ذیل ہے:

''خدا کی قسم اگر میں مسلمان مروں تو مجھے اس کا کوئی غم نہیں ہے کہ کس زمین میں دفن کیا جاؤں۔ میری یہ اذیت ناک موت خدا کی راہ میں ہے اور اگر وہ چاہے تو میری اس شہادت کو میرے بدن کے ٹکڑوں پر مبارک بنا دے۔''!!

اس مصائب آمیز حادثہ سے پیغمبر اکرمؐ بہت رنجیدہ ہوئے اور تمام مسلمانوں کو بھی اس سے بڑا صدمہ ہوا۔ مسلمانوں کے درمیان حسان بن ثابت جیسا نامور شاعر موجود تھا۔ اس

نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر غم انگیز اشعار کہے جس کو ابن ہشام نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ اس بات سے بے حد پریشان تھے کہ اس قسم کا حادثہ دوبارہ رونما ہونے پائے کیونکہ بڑی معیت سے سپاہ مبلغین کی تربیت کی جاتی تھی اور یہ حوادث اس جماعت کے لئے ناقابل تلافی نقصان کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ مقدس جماعت اس طرح کے حوادث سے دوبارہ ہمکنار ہو۔

ایک مدت تک اس مبلغ کی لاش تختۂ دار پر لٹکتی رہی اور مشرکین اس کے ارد گرد پہرا دیتے رہے یہاں تک کہ پیغمبرؐ نے دو بہادر مسلمان نوجوانوں کو حکم دیا اور ان لوگوں نے اس لاش کو سپرد خاک کر دیا۔ ۱۲

بئر معونہ کا حادثہ

چوتھی ہجری صفر کے مہینے میں سرزمین رجیع میں پیغمبر کو ان مبلغین کی شہادت کی خبر ملنے سے قبل "ابو براء عامری" مدینہ میں داخل ہوا تو پیغمبرؐ نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس نے پیغمبرؐ کی دعوت قبول نہیں کی لیکن ان سے عرض کیا کہ آپ طاقتور مبلغین کی ایک جماعت "نجد" کے علاقہ میں بھیج دیں تو یہ امید کی جاتی ہے کہ وہاں کے لوگ اسلام قبول کرلیں گے کیونکہ اس علاقہ کے لوگوں کا جھکاؤ توحید کی طرف زیادہ ہے۔ پیغمبرؐ نے کہا کہ میں اہل نجد کے مکر و فریب اور ان کی عداوت و دشمنی سے ڈرتا ہوں۔ ابو براء نے کہا کہ آپ کی طرف سے بھیجے گئے مبلغین میری پناہ میں ہوں گے اور میں اس بات کی ضمانت لیتا ہوں کہ ہر ناگوار حادثے سے ان کی حفاظت کروں گا۔

پیغمبرؐ نے کہا کہ میں اہل نجد کے مکر و فریب اور ان کی عداوت و دشمنی سے ڈرتا ہوں۔ ابو براء نے کہا کہ آپ کی طرف سے بھیجے گئے مبلغین میری پناہ میں ہوں گے اور میں اس بات کی ضمانت لیتا ہوں کہ ہر ناگوار حادثے سے ان کی حفاظت کروں گا۔

مذہب اسلام سے تعلق رکھنے والے ۴۰ صاحبان علم کی ایک جماعت، جس میں حافظ قرآن و مخلصین احکام الٰہی افراد شامل تھے، "منذر" کی قیادت میں علاقہ نجد کی طرف روانہ ہوگئی۔ ان لوگوں نے "بئر معونہ" نامی جگہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ پیغمبرؐ نے نجدی سردار "عامر بن الطفیل" کے نام ایک مکتوب بھی ارسال فرمایا جس میں انہوں نے مذہب اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی۔ مسلمان مبلغین میں سے ایک شخص کو یہ ہدایت دی گئی کہ وہ اس خط کو عامر تک پہونچادے۔ عامر نے نہ صرف یہ کہ اس مکتوب کو نہیں پڑھا بلکہ اس نے خط لانے والے شخص کو قتل کردیا اور اس کے بعد اپنے قبیلے والوں سے کہا کہ علاقے میں آئے ہوئے تمام مسلمان مبلغوں کو قتل کرڈالو لیکن قبیلے والوں نے عامر کا ساتھ دینے سے انکار کردیا اور کہا کہ ہمارے قبیلے کے بزرگ سردار "ابو براء" نے ان لوگوں کو امان دی ہے۔ جب عامر اپنے قبیلے کی حمایت سے مایوس ہوا تو اس نے اطراف کے دیگر قبیلوں سے مدد کا مطالبہ کیا اور اس طرح پیغمبرؐ نے مبلغین اسلام کی جو جماعت نجد روانہ کی تھی وہ "عامر" کے مسلح سپاہیوں کے محاصرہ میں آگئی۔

مبلغین کی اس جماعت میں نامور علماء اور شجاع سپاہیان اسلام موجود تھے لہٰذا ان لوگوں نے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے کو باعث ذلت خیال کیا اور تلوار کے ذریعہ حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک خونیں جنگ کے دوران "کعب بن زید" کے علاوہ دوسرے تمام مبلغین درجۂ شہادت پر فائز ہوگئے۔ کعب نہایت زخمی حالت میں مدینے پہونچے اور پیغمبر کو جملہ واقعات سے مطلع کردیا۔ ۱۳

یہ عظیم اور دلسوز حادثہ، عالم اسلام اور مسلمانوں کے لئے نہایت مصائب آمیز تھا۔ چنانچہ پیغمبر بئر معونہ کے شہیدوں کو ایک طویل مدت تک یاد کرتے رہے اور ان کا سوگ مناتے رہے۔

(باقی آئندہ)

ماہ قرآن کی آمد آمد

از: حجت الاسلام سید محمد علی ایازی

ہر جگہ ماہ رمضان المبارک کی آمد کا چرچہ ہے۔ ہم لوگ اس کی چوکھٹ کے قریب پہونچ چکے ہیں اور اس دعوت الٰہی کے منتظر ہیں جس میں کائنات کا خالق ومالک اپنے بندوں کا میزبان ہوتا ہے اور روزہ داروں کو خداوند عالم کا مہمان بننے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ یہ وہ مقدس مہینہ ہے جس میں ہم لوگ خود کو خداوند عالم کی بارگاہ میں پاتے ہیں اور روزہ داری کے ذریعہ اپنے اندر تقویٰ وپرہیزگاری کی زمین ہموار کرنے میں سرگرم رہا کرتے ہیں۔

ہر سال رمضان المبارک کا مہینہ ہر مرد مسلمان کے لئے مخصوص روحانی صفات لے کر آتا ہے اور اس کی آمد سے مومنین کے قلوب میں معنوی خوشحالی وشادابی کی لہریں اٹھنے لگتی ہیں، زندگی کا طرز وانداز بدل جاتا ہے، نئی قدریں ابھرنے لگتی ہیں، لوگوں پر روحانی انقلاب کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور انسان عظمت وکمال کی طرف قدم بڑھانے کے لئے ہمہ تن آمادہ ہو جاتا ہے لیکن انسان اس مہینے سے کتنا فائدہ اٹھاتا ہے اور کس حد تک خداوند عالم کی قربت وخوشنودی حاصل کرتا ہے، اس کا تعلق اس مبارک مہینے میں اس کے اعمال وطریقۂ کار سے ہوتا ہے۔ اگر اس مہینے میں وہ الٰہی احکام کی پیروی کرتے ہوئے، خودسازی کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہو گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے ماہ مبارک کی رحمت وبرکت سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ ماہ شعبان کے آخری جمعہ کو اس ماہ مبارک کا ذکر اس انداز میں فرماتے ہیں:

"دیکھو، اے لوگو! خداوند عالم کا مہینہ اپنی برکت ورحمت ومغفرت کے ساتھ تم لوگوں تک پہونچنے والا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جو خداوند عالم کی نظر میں دیگر تمام مہینوں سے افضل ہے۔ نگاہ الٰہی میں اس مہینے کے تمام دنوں کو بہترین دن، تمام راتوں کو بہترین رات اور تمام لمحات کو بہترین لمحہ کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں تمہیں الٰہی دعوت ومہمانی میں شرکت کے لئے مدعو کیا گیا ہے اور تمہیں لطف وکرامت خداوندی سے مالامال کیا گیا ہے۔ اس مہینے میں تمہاری ہر سانس، تسبیح وذکر الٰہی کا ثواب رکھتی ہے اور تمہاری نیند کو بھی عبادت وبندگیٔ معبود کا اجر حاصل ہے۔

"اس مہینے میں جس وقت بھی تم بارگاہ عالیہ خداوندی کی طرف متوجہ ہو جاؤ، خداوند عالم تمہاری دعا کو قبولیت کا درجہ عطا کر دیتا ہے۔ پس نہایت خلوص وعقیدت اور پاکیزگیٔ وطہارت قلب کے ساتھ خداوند عالم سے یہ مطالبہ کرو کہ وہ تمہیں روزہ رکھنے اور تلاوت قرآن کرنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ نہایت بدبخت ہے وہ انسان جو فیض وبرکت کے اس مہینے میں رحمت ومغفرت خداوندی سے محروم رہ جائے۔"

رمضان المبارک کے اس مقدس مہینے کو مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے اور ان میں سے ہر نام اس مہینے کی عظمت وفضیلت کی نشاندہی کرتا ہے نیز ہر نام سے اس ماہ مبارک کا خصوصی ترجیحی پہلو نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ مثلاً اس کو ماہ قرآن، ماہ بہار اور ماہ تلاوت قرآن کے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔

جی ہاں! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مہینہ ماہ الٰہی اور ماہ دعوت خداوندی ہے لیکن اس حقیقت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے کہ اس مبارک مہینے میں عظیم ترین آسمانی کتاب یعنی قرآن کا نزول ہوا ہے، اس مہینے میں قرآن مجید کی تلاوت کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے اور اسی وجہ سے اسے ماہ قرآن بھی کہا گیا ہے۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ "اگر کوئی شخص اس مہینے میں قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کرے تو اسے دیگر مہینوں میں پورے قرآن کی تلاوت کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔" اس کے علاوہ ایک دوسری روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ "مہینوں کا سر آغاز ماہ

خداوندی ہے.... پس آپ لوگ قرآن کے ساتھ اس ماہ مبارک کا استقبال کیجئے۔"۳؎

ابن عباس کا بیان ہے کہ " میں نے پیغمبر خدا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رمضان کا مہینہ دوسرے مہینوں کی طرح نہیں ہے کیونکہ انسان کو اس مہینے میں جو اجر و پاداش دی جاتی ہے وہ دوسرے مہینوں سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ یہ روزہ اور تلاوت قرآن کا مہینہ ہے۔"۴؎

پس ہم لوگوں کو خداوند عالم کی دعوت و مہمانی میں شریک ہونے کے لئے آمادہ ہو جانا چاہئے۔ اس دعوت میں میزبان منتظر ہے اور ہم لوگوں کو چاہئے کہ بہترین تحفے کے ساتھ اس میں شریک ہوں۔

اس طرح قرآن کریم اور ماہ رمضان کے درمیان موجود گہرا رابطہ پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ہر مسلمان پورے سال قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے لیکن رمضان المبارک میں اس کی تلاوت کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اور اس مہینے میں قاریٔ قرآن کو جو اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے، اس کا دیگر مہینوں کے اجر و ثواب سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا ہے لہذا ہمیں تلاوت کلام پاک کے ساتھ اس مہینے کا استقبال کرنا ہے اور پورے مہینے کا نظام اس طرح مرتب کرنا ہے کہ قرآن ہماری زندگی کا اہم حصہ بن جائے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہ کام کیسے انجام پا سکتا ہے؟

اس سوال کا تجزیہ کرنے سے قبل دوسرا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر قرآن مجید کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی ہے اور تلاوت کلام پاک میں ایسی کونسی تاثیر ہے کہ خداوند عالم نے اس کے لئے اتنے بڑے اجر و ثواب کا تعین کیا ہے؟

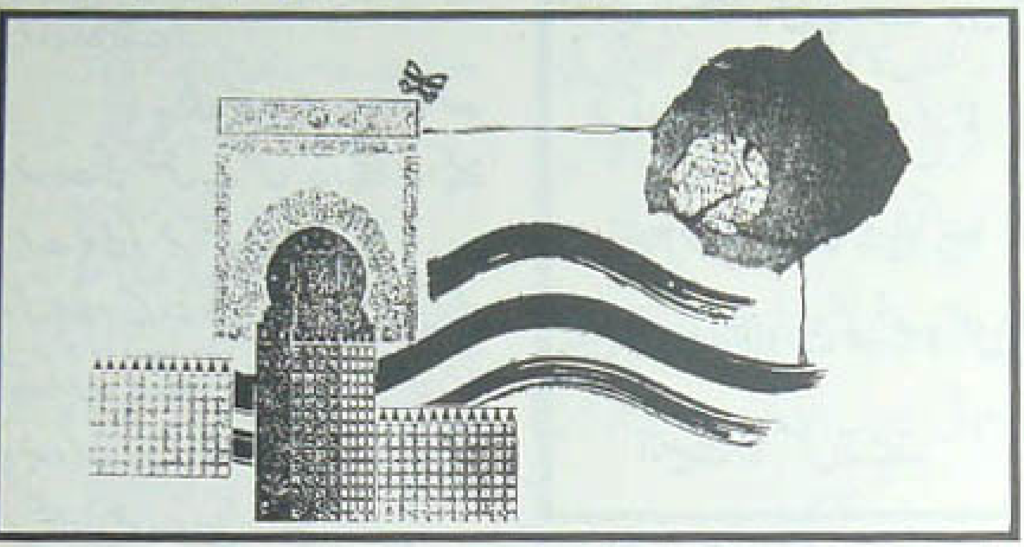

اس سوال کا جواب دینے کے لئے یہ دیکھنا لازمی ہے کہ قرآن مجید میں دلوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی صلاحیت و جاذبیت کس حد تک موجود رہی ہے، اس سے قبل حاملان قرآن کی کیا حیثیت رہی ہے اور قرآن نے لوگوں کے دل میں کیسی تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ ان تمام حقائق کا تجزیہ کرنے کے بعد ہمیں قرآن کریم کی تاثیر کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی اور اس بات کی وضاحت بھی ہو جائے گی کہ خداوند عالم کی نظر میں تلاوت قرآن کی اتنی اہمیت کیوں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید کی غیر معمولی و وسیع شان و شوکت شروع ہی سے صاحبان نظر کو اپنی طرف متوجہ کرتی رہی ہے اور اس کے شیدائیوں اور متوالوں میں ہر طبقے کے لوگ شامل رہے ہیں۔ قدرے غور سے دیکھا جائے تو ہر دور میں قاریوں، حافظوں، مفسروں اور مترجموں کی ایک بڑی تعداد قرآن کی شیدائی نظر آتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں قرآن مجید نے نہ صرف یہ کہ اپنا گرویدہ بنالیا بلکہ قرآن ان لوگوں کی زندگی کا ایک اہم حصہ بن گیا۔ اس مقدس کتاب نے اپنے چاہنے والوں کے کردار اخلاق اور عادات و اطوار پر ایسا اثر قائم کیا ہے کہ اس کو مندمل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ فقط اتنا ہی نہیں بلکہ قرآن کی معنوی اور روحانی تاثیر لوگوں کے دل کی گہرائی میں اتر جاتی ہے اور یہ مقدس کتاب عارف و عوام الناس، دانا و نادان اور عرب و عجم سبھی کو اپنا گرویدہ بنالیتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نزول کے ابتدائی ایام کے دوران سے اس مقدس آسمانی کتاب کی روح افزا آیات ایک زبان سے دوسری زبان پر منتقل ہوتی رہیں اور اپنی تازگی و خوش آہنگی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بناتی رہی ہیں۔ اس کی نغمہ سرائی صرف معتقد لوگوں کو ہی نہیں متاثر کرتی بلکہ دشمن بھی اس کے مقابلے میں اپنی عاجزی و ناتوانی اور اس کتاب کی عظمت و بزرگی کا علانیہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ پیغمبر اکرم کا جانی دشمن ولید بن مغیرہ اپنے دور کا نامور

داستان نویس تھا اور اس نے قرآن کے سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار اس انداز میں کیا ہے:

"میں عربی شاعری کے تمام اوزان سے بخوبی واقف ہوں۔ پیغمبرؐ جو کچھ کہتے ہیں وہ کسی بھی عربی وزن سے مشابہت نہیں رکھتا ہے۔ ان کے کلام میں خصوصی حلاوت و طراوت پائی جاتی ہے جو تمام چیزوں پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔"۵

آخر قرآن مجید میں ایسی کونسی خصوصیت موجود ہے کہ یہ دوسروں کو اپنا شیفتہ و گرویدہ بنا لیتا ہے؟

کیا یہ الٰہی آیات میں موجود بلاغت و فصاحت کی کشش ہے جس نے دیکھتے ہی دیکھتے دعوت نبوی کو غیر معمولی وسعت عطا کر دی اور لوگ اسلام کے ابتدائی دور ہی میں اس دین الٰہی کے گرویدہ ہو گئے یا قرآن مجید کے متن میں پوشیدہ کوئی دوسری حقیقت ہے جس نے اسلام کو غیر معمولی مقبولیت عطا کر دی؟

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ کلام الٰہی فصاحت و بلاغت کے بلند ترین مرتبہ کا حامل ہے لیکن جو لوگ عربی زبان کی فصاحت و بلاغت سے ناواقف ہیں، ناخواندہ و بے سواد ہیں، غیر عرب اور عربی زبان کے قواعد و اصول ادبیات سے ناآشنا ہیں، وہ بھی قرآن کریم کی جاذبیت سے متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ قرآنی کلمات کا آہنگ اور جملوں کا اتار چڑھاؤ سننے والے کو اپنا شیدائی و گرویدہ بنا لیتا ہے۔

آربری نامی مشہور عیسائی دانشور نے ادیبانہ مہارت کے ساتھ قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے، وہ اپنی کتاب کے مقدمہ میں ترجمہ کی خصوصی روش اور اس کے مختلف مراحل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"میں نے قرآن مجید کے اس ترجمے میں حتی الامکان اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ ایسے بہترین متبادل انگریزی الفاظ کا استعمال کروں جو اصل متن کی عبارت اور اس کے حقیقی مفہوم سے مطابقت رکھتے ہوں لہٰذا اس کام کے لئے یہ

اگرچہ ہر مسلمان پورے سال قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے لیکن رمضان المبارک میں اس کی تلاوت کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔

لازمی تھا کہ میں قرآنی مفاہیم کی گہرائی میں غوطہ لگاؤں اور اس کی روح تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کروں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ، اپنے ہوش و حواس کو اس بات کے لئے آمادہ رکھوں کہ وہ قرآنی عبارت میں موجود صوتی آہنگ اور اس کے دیگر رموز کی طرف بھی ہمہ تن متوجہ رہے۔......

اس مقدس اسلامی کتاب کی مقناطیسی طاقت نے مجھے اپنی طرف اس قدر متوجہ کر لیا ہے کہ اب میں ایسے وسیلہ کی تلاش میں سرگرداں ہوں جو مجھے اس عظیم طاقت کی کشش و گرویدگی سے نجات دلا سکے۔"

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آربری نے قرآن مجید کی جس مقناطیسی طاقت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ کونسی طاقت ہے؟ اور وہ قرآن مجید کی جس جاذبیت سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے وہ کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ محض قرآن مجید کی ادبی خصوصیت اور فصاحت و بلاغت نہیں ہے بلکہ یہ کوئی دوسری طاقت ہے جس نے آربری جیسے بیشمار لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے۔

جی ہاں! یہ فقط فصاحت و بلاغت قرآن ہی نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کریم کا معنوی اعجاز ہے اور وہ معنوی معجزہ و اعجاز قرآن یہ ہے کہ یہ کلام خداوندی ہے۔ یہ قرآن کریم کی سحر انگیزی، ولولہ آمیزی اور تلاطم آوری ہے جو اپنے ساتھ روحانیت و معنویت کو اس قدر پروان چڑھاتی ہے کہ وہ انسانی وجود کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے اور انسان کے قلب کو اتنا متاثر کر دیتی ہے کہ اس پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے اپنی توصیف میں خود بیان کیا ہے:

لو انزلنا هذا القرآن علیٰ جبل لرأیته خاشعاً متصدعاً من خشیة الله۔"

یعنی اگر ہم نے اس قرآن مجید کو پہاڑوں پر نازل کیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ پہاڑ خداوند عالم کے سامنے کیسے خضوع و خشوع کا مظاہرہ کرتے۔

اسی وجہ سے قرآن مجید کی تلاوت کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ قرآنی آیات کو

دلکش لحن، مکمل توجہ اور خصوصی تدبر کے ساتھ پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے اور رمضان المبارک جیسے ماہ خدا و ماہ عبادات میں اس کی تلاوت پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ جی ہاں ادلکش آواز میں قرآن مجید کی تلاوت، کلمات کا اتار چڑھاؤ اور اس آواز میں موجود رعب و دبدبہ، پڑھنے اور سننے والے پر ایسا اثر قائم کرتا ہے کہ اس کی روح میں ہلچل پیدا ہو جاتی ہے جبکہ کسی دوسری آواز یا دوسرے کلام و آہنگ میں ایسی تاثیر نہیں پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ عربی نہیں جانتے، اسلام سے ناواقف ہیں اور ایک طویل عرصہ سے مادی و شہوانی حرکتوں میں گرفتار ہیں، اگر تھوڑے دنوں کے لئے اپنے دل کو قرآن کے سپرد کر دیتے ہیں تو اس کی جاذبیت وکشش سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ پاتے ہیں۔ تلاوت قرآن سے انسان کا پورا وجود متاثر ہوتا ہے اور اس سے لوگوں کے دل میں ہیجانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کے قلوب برائیوں سے پاک ہو جاتے ہیں اور وہ حقائق کو تسلیم کرنے میں ذرہ برابر ہچکچاہٹ نہیں محسوس کرتے۔

جی ہاں! یہ قرآن اور تلاوت آیات الٰہی کا کرشمہ ہے کہ اس کی تلاوت کرنے والے اور اس کے بارے میں غور و فکر کرنے والوں کے قلوب معنویت و روحانیت سے لبریز ہو جاتے ہیں۔

اگر صدر اسلام کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ قرآنی آیات کی تلاوت سننے والے خواص و عوام ہی نہیں بلکہ اسلام سے بغض و عناد رکھنے والے بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ تاریخ میں ایسے افراد کا ذکر بھی موجود ہے جو قرآن مجید کی چند آیتوں کو سننے کے بعد منقلب ہوئے بغیر نہیں رہے اور ان لوگوں نے اپنے ماضی کے سلسلے میں شرمندگی و پشیمانی کا اعلانیہ اظہار کیا ہے اور دنیا والوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ قرآنی آیات کی تلاوت نے ان لوگوں میں حیرت انگیز روحانی انقلاب پیدا کر دیا ہے۔

> رمضان کا مہینہ دوسرے مہینوں کی طرح نہیں ہے کیونکہ انسان کو اس مہینے میں جو اجر و پاداش دی جاتی ہے وہ دوسرے مہینوں سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ یہ روزہ اور تلاوت قرآن کا مہینہ ہے۔

پس ہم لوگوں کو قرآن مجید کی ایسی تلاوت و قرأت کی ترویج کرنی چاہئے اور تلاوت کلام پاک کے ذریعہ ایسا ماحول پیدا کرنا چاہئے کہ ہمارے دلوں پر بھی اس کا خاطر خواہ اثر ہو اور ہم لوگوں پر بھی معنویت و روحانیت کی بارش ہونے لگے۔ پس ہم لوگوں کو تلاوت قرآن کے ساتھ رمضان المبارک کا استقبال کرنا چاہئے (استقبل الشهر بالقرآن) اس مہینے میں ہم لوگوں کو کم از کم دو مرتبہ یعنی نماز صبح کے بعد اور رات میں سونے سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہئے اور اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ تلاوت کے دوران ہماری آواز قدرے بلند اور درد انگیز ہو اور قرآنی آیات میں جو کچھ کہا گیا ہے، اس کے بارے میں بھی غور و فکر سے کام لیا جائے۔ اگر ممکن ہو تو ایسی جماعتوں اور انجمنوں میں بھی شرکت کی جائے جہاں تلاوت اور قرآنی آیات کے ترجمہ کے بیان کا اہتمام کیا گیا ہو۔ اس مبارک مہینے میں تلاوت کے ساتھ ہی ساتھ تفسیر کا مطالعہ بھی بہت سود مند ہے کیونکہ مطالعہ تفسیر کی وجہ سے قرآنی مفاہیم ہمارے دلوں میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں۔

خداوندا! تیری بارگاہ عالیہ میں ہم لوگوں کی یہ دعا ہے کہ ہمیں اس ماہ مبارک کی نعمتوں سے بھرپور استفادہ کی توفیق عطا کر دے اور ہمارے دلوں کو اس بات کے لئے آمادہ کر دے کہ ہم تیرے ارشادات کو توجہ کے ساتھ سنیں اور تیرے احکام کی بھرپور پیروی بھی کریں اور اپنے قلوب کو گناہ و معصیت سے دور رکھیں۔

"ربنا اننا سمعنا مناديا ينادي للايمان أن امنوا بربكم فامنّا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا و كفرعنا سيأتنا و توفنا مع الابرار (سورہ آل عمران، آیت ۱۹۳)

حوالے:

۱- فضائل الاشہر الثلاثہ، شیخ صدوق ص۔ ۷۷

۲- فضائل الاشہر الثلاثہ، شیخ صدوق ص۔ ۸۷

۳- فضائل الاشہر الثلاثہ، شیخ صدوق ص۔ ۸۷

۴- فضائل الاشہر الثلاثہ، شیخ صدوق ص۔ ۱۰۰

۵- آوای قرآن ص۔ ۷

☆☆☆☆☆☆☆

رمضان المبارک

یعنی

عظمتوں اور فضیلتوں کا مہینہ

اگر قرآن مجید، ائمہ معصومین علیہم السلام کی دعاؤں، روایتوں اور معتبر اسلامی اسناد ومدارک کا بغور مطالعہ کیا جائے تو رمضان المبارک کی اہمیت وفضیلت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کی منزلت وپاکیزگی کا اعلان خود خداوند عالم نے کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اس مہینے میں اعمال صالحہ کا اجر وثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے، رحمت خداوندی کے دروازے کھل جاتے ہیں اور شیطان کو مقید کر دیا جاتا ہے۔

درحقیقت رمضان المبارک، ضیافت الٰہی کا مہینہ ہے اور تمام روزہ دار خداوند عالم کے مہمان ہوتے ہیں اور الٰہی دسترخوان سے ہر شخص پوری طرح سیر ہو کر اٹھتا ہے۔ روزہ، سحر کے وقت بیدار ہونا، نماز وذکر الٰہی میں شب وروز بسر کرنا، تلاوت کلام پاک اور دیگر امور خیر میں مشغول رہنا، اس مبارک مہینے کی عظمتوں اور فضیلتوں کی ایک جھلک ہے۔ قرآن مجید، کتاب احادیث اور دیگر مستند اسلامی کتابوں میں اس مہینے کی اہمیت وافادیت کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے جس کا احاطہ اس مختصر مقالے میں تو نہیں کیا جاسکتا ہے البتہ ذیل میں اس کا اجمالی تجزیہ پیش کیا جارہا ہے۔

الٰہی احکام وقوانین سے رمضان المبارک کا رابطہ:

دنیا کے اکثر ادیان ومذاہب کے زیادہ تر احکام وقوانین رمضان المبارک کے مہینے میں ہی نازل ہوئے ہیں۔ روزہ، نماز، عبادت ونیکوکاری، احسان، خوش اخلاقی، تقویٰ وپرہیزگاری اور شیطانی خواہشات سے پرہیز وبیزاری اور اس قسم کے دیگر احکام وقوانین کا نزول اسی مبارک مہینے میں ہوا ہے اور یہ بات فقط مذہب اسلام ہی تک محدود نہیں رہی بلکہ یہودی اور عیسائی مذہب میں بھی الٰہی احکام اسی مقدس مہینے میں نازل ہوئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ خداوند عالم کی نظر میں اس مہینے کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

اس مبارک مہینے میں بندگان خدا اپنے پروردگار کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ہیں، ماحول پر روحانیت ومعنویت طاری ہو جاتی ہے اور لوگ روحانی طہارت وپاکیزگی نفس میں ہمہ تن سرگرم ہو جاتے ہیں پس الٰہی احکام وقوانین کے نزول کے لئے اس سے زیادہ مناسب موقع اور کیا ہو سکتا ہے۔

آسمانی کتابوں کا نزول:

تاریخ شاہد ہے کہ اکثر آسمانی کتابوں کا نزول رمضان المبارک کے مہینے میں ہوا ہے۔ یہ ایک مسلم الثبوت حقیقت ہے کہ توریت، انجیل، زبور اور قرآن مجید کا نزول اسی مہینے میں ہوا ہے۔ اس سلسلے میں خداوند عالم کی مشیت کیا تھی، یہ وہی جانتا ہے لیکن ظاہری اعتبار سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس مہینے میں انسان کی روحانی اور معنوی کشش اور اس کی فکر واستعداد وصلاحیت میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے اور شاید اسی وجہ سے خداوند عالم نے اپنی مقدس کتابوں کے نزول کے لئے اس مہینے کا انتخاب کیا تھا۔

مشترکہ اور جماعتی عبادت:

رمضان المبارک کے مہینے میں اکثر عبادتیں مشترکہ اور جماعت کے ساتھ انجام دی جاتی ہیں جس کی وجہ سے اس کے نتائج میں اضافہ یقینی ہے۔ اس کے علاوہ عبادت گزاروں کے درمیان موجود ظاہری نظم وانسجام کی وجہ سے امت اسلامیہ کے درمیان اتحاد وہم خیالی اور یگانگت وہمدلی کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔

رمضان المبارک میں اکثر نمازیں باجماعت پڑھی جاتی ہیں اور دعائیں، دسترخوانوں پر تمام گھر والوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔

عبادتیں مسجدوں میں اجتماعی اعتبار سے انجام پاتی ہیں اور نیت بھی مشترکہ طور پر کی جاتی ہے اور دلوں کے درمیان اتحاد و ہم آہنگی میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان اجتماعی جذبات کی وجہ سے معاشرہ کی عملی طاقت پہلے سے کہیں زیادہ موثر ہو جاتی ہے اور لوگوں میں اتحاد و ہم آہنگی کا جذبہ بڑھ جاتا ہے۔

اعمال کی قدر و قیمت میں کئی گنا اضافہ:

شیخ صدوق نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "امالی" میں نقل فرمایا ہے کہ "ایها الناس قد اقبل الیکم شهرالله بالرحمة، والمغفرة والبرکة۔" یعنی اے مسلمانو! خوشیاں مناؤ کہ ماہ خدا اپنی تمام رحمتوں، بخششوں اور برکتوں کے ساتھ تمہاری طرف آرہا ہے۔

برکت کا مطلب ہے زیادہ فائدہ اٹھانا اور رمضان المبارک میں یہ خصوصیت بدرجہ اُتم پائی جاتی ہے۔ اس مہینے میں روزہ دار کی ہر سانس میں تسبیح خداوندی یعنی سبحان اللہ کا ثواب حاصل ہوتا ہے (انفاسکم فیه تسبیح) اور اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس مہینے میں روزہ دار کی نیند کو بھی عبادت قرار دیا گیا ہے (نومکم فیه عبادة)۔

روزہ و تلاوت قرآن مجید کی توفیق:

رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "واسئلوا الله ربکم بنیات صادقة وقلوب طاهرة ان یوفقکم لصیامه وتلاوة کتابه۔" نیت صادق اور پاکیزہ قلب کے ساتھ، اپنے پروردگار سے یہ دعا کرو کہ وہ تمہیں روزہ رکھنے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس مہینے میں خداوند عالم، اپنے بندوں کو روزہ رکھنے کی توفیق عطا کرتا ہے اور یہ اس مبارک مہینے کا عطیہ ہے کہ لوگ طہارت قلب و پاکیزگی نفس میں سرگرم ہو جاتے ہیں۔ روزہ درحقیقت صبر و ثابت قدمی کی تربیت کرتا ہے، خلوص و روحانی و معنوی پاکیزگی عطا کرتا ہے اور روزہ کی برکت سے مواسات و برادری، توجہ و بیداری اور سکون و سلامتی کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ اس مبارک مہینہ کے آتے ہی انسانی برادری نہایت مخصوص انداز میں زندگی بسر کرنے لگتی ہے۔ جس میں طہارت و پاکیزگی اور خضوع و خشوع کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔ انسان کو فقط مضبوط ارادہ سے کام لینا ہوتا ہے۔ باقی تمام صفات روزہ کی برکت سے خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں۔

> اگر صدر اسلام کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ قرآنی آیات کی تلاوت سننے والے خواص و عوام ہی نہیں بلکہ اسلام سے بغض و عناد رکھنے والے بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔

شب قدر کا وجود:

"لیلة القدر فیه من الف شهر" اس ماہ مبارک میں شب قدر کا وجود درحقیقت اس مہینے کی عظمت و بزرگی میں چار چاند لگا دیتا ہے کیونکہ خداوند عالم نے اس مہینے کی ایک رات کو ہزار مہینوں کے برابر قرار دیا ہے اور اسی رات میں خداوند عالم نے قرآن نازل فرمایا ہے اور اس رات کی عبادت میں ہزار مہینوں کی عبادت کا اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے۔ شب قدر کی عظمت و فضیلت کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ روایات میں منقول ہے کہ لوگوں کی قسمت و سعادت اسی شب میں لکھی جاتی ہے۔ اجمالی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس رات کی فضیلتوں کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔

خودسازی:

درحقیقت رمضان المبارک کا مہینہ خود یابی و خودسازی اور شعور و بیداری کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں انسان میں ملکوتی جاذبیت و کشش پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اس ملکوتی کشش کے ساتھ علم دوستی، حق پسندی، خیر خواہی اور کمال طلبی کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور انسان اپنی تمام صفات کو ملکوتی اور الٰہی تاثرات سے مالا مال کر لیتا ہے اور اسے اپنے وجود میں یہ صفات

محسوس ہونے لگتی ہیں۔ روزہ دراصل ترک گناہ، اعمال صالحہ وحسنہ کی طرف رغبت اور شہوات پر مکمل غلبہ ودسترس حاصل کرنے کا نام ہے اور ان صفات کے ساتھ اس مبارک مہینے میں انسان کو خود سازی کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرت امام سید سجاد علیہ السلام ماہ رمضان المبارک کے سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں: "السلام علیك یا عید الاولیاء "یعنی اے خدا کے دوستوں کی عید یعنی رمضان المبارک تجھ کو میرا سلام واضح رہے کہ رمضان المبارک کو خداوند عالم کے دوستوں کا درجہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب لوگ اس مبارک مہینے میں گناہ نہ کریں، خود سازی وپاکیزگی نفس میں سرگرم رہیں کیونکہ خداوند عالم نے اس مہینے میں ان کاموں کے لئے زمین ہموار کر رکھی ہے۔

بہر حال رمضان المبارک کی عظمت و فضیلت کے سلسلے میں بہت کچھ بیان کیا جاسکتا ہے کیونکہ دینی کتابوں میں اس کی فضیلتوں کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے اور اس کی عظمتوں کے سلسلے میں پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے زریں اقوال وارشادات بھی موجود ہیں جنہیں اس مختصر مقالے میں تو نہیں بیان کیا جاسکتا البتہ یہ ضرور دعا کی جاسکتی ہے کہ خداوند عالم اس مبارک مہینے میں ہم لوگوں کو ان تمام اعمال کے انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے جن سے اس کی قربت وخوشنودی حاصل ہو سکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قوت کشش علیؑ کے رموز

از: استاد شہید مرتضیٰ مطہری

علیؑ سے والہانہ محبت اور عشق کے کیا اسباب ہیں؟

کسی نے اب تک اس راز سے پردہ نہیں اٹھایا۔ یعنی محبت علیؑ کے رموز واسرار کے کشف کا کوئی فارمولا یا طریقہ اب تک ایجاد نہیں ہو سکا۔ محبوب میں کوئی ایسی شے ہوتی ہے جو محب کو نہایت حسین وخوبصورت نظر آتی ہے اور وہ اس طرف کھنچتا چلا جاتا ہے۔ یہ جذب ومحبت، جب اعلیٰ منزل پر فائز ہو جاتی ہے تو اسے عشق کہتے ہیں۔ علی علیہ السلام دلوں کے محبوب اور انسانوں کے معشوق ہیں۔ کیوں؟ اور کن اسباب کی بنا پر؟ ذات امیر المومنینؑ کی حیرت انگیز صفتیں، اعلیٰ مرتبت اور عدیم النظیر خصوصیات انسان کو عشق پر برانگیختہ اور دلوں کو والہ وشیدا بنادیتی ہیں۔ عشق علیؑ کا یہ اثر عاشق کو حیات جاودانی اور لافانی زندگی عطا کر دیتا ہے۔ جس کے دل میں ان کی معرفت پیدا ہو جاتی ہے پھر وہ انسان اپنے کو مردہ نہیں سمجھتا بلکہ مرنے کے بعد بھی اسے اپنے زندہ رہنے کا یقین پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ علیؑ کی دوستی ومحبت ان کے سراپا سے نہیں ہے کیونکہ ان کا جسم اطہر آج ہمارے درمیان نہیں ہے اور نہ ہمیں اس کا احساس وتصور ہی ہے۔ اور نہ علیؑ کی محبت اس قسم کی ہے جو کسی ہیرو سے اس کے کارناموں کی بنیاد پر پیدا ہو جاتی ہے اور جو تقریباً ہر ملک اور ہر قوم میں پائی جاتی ہے۔ جب ہم علیؑ سے محبت کی بات کرتے ہیں تو یہ محبت اخلاق اور انسانی فضیلتوں کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ درحقیقت علیؑ سے محبت انسانیت سے محبت ہے۔ علیؑ انسان کامل کا ایک مظہر تھے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان، انسانیت کے ایک ارفع واعلیٰ نمونہ کو دوست رکھتا ہے۔ اور اگر علی علیہ السلام ان تمام انسانی فضائل وخصوصیات کے حامل تھے جو علم وحکمت وفداکاری، انکساری، تواضع وفروتنی، ادب، مہربانی، رحم وکرم، حلم والطاف، غربا پروری، کمزوروں کی دستگیری، عدل وانصاف، آزادی، احترام انسان، ایثار، شجاعت، مروت ومردانگی، دشمنوں سے حسن سلوک جود وسخاوت وغیرہ سے متعلق ہیں تو ان سے محبت اور دوستی، انسان دوستی کا ایک عمل ہے۔ لیکن اگر علیؑ میں مذکورہ سارے

صفات تو موجود ہوتے اور ان میں عشق الٰہی کا جذبہ مفقود ہوتا تو آج جس قدر ان سے محبت و عشق میں والہانہ جذبہ کارفرما ہے، وہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

علیؑ کی محبوبیت کا راز یہ ہے کہ ان کا رشتہ اللہ سے تھا۔ علیؑ کو چونکہ ہم اللہ کی ایک بزرگ آیت اور مظہر صفات خدا سمجھتے ہیں، ہمارا عشق ان سے اور زیادہ بڑھتا جاتا ہے۔ درحقیقت عشق علیؑ کا سبب ان کا خدا سے رشتہ اور قربت ہے۔ جو ان کی فطرت و سرشت کا جز ہے۔ اور چونکہ یہ فطرت جاودانی ہے لہٰذا محبت علیؑ بھی جاودانی اور غیر فانی ہے۔

علیؑ کی زندگی کے نہ جانے کتنے تابناک پہلو ہیں۔ چونکہ انہیں دائمی طور سے درخشندہ اور تابندہ قرار دیا گیا ہے تو اس کی وجہ ان کا ایمان اور اخلاص ہے۔ اور اسی شئے نے ان کی ذات گرامی میں جذبہ الٰہی کی بلند ترین منزل پیدا کر دی تھی۔

سودہ ہمدانی ایک نہایت جری، بے باک اور علیؑ کی محبت میں سرشار خاتون تھیں۔ معاویہ کے دربار میں انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام کی زبردست تعریف و توصیف بیان کی اور ان کے وصف و کمال کے بارے میں فرمایا:

"خدا کی رحمت اور اس کا درود نازل ہو علیؑ پر جنہیں زمانہ نے ہم سے جدا کر دیا۔ لیکن ان کے ساتھ عدل و انصاف بھی قبر میں دفن ہو گیا۔ انہوں نے اللہ سے ایک عہد کر رکھا تھا اور پھر اس عہد سے کبھی جدا نہیں ہوئے۔ اور وہ حق اور ایمان کے ساتھ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔"

علیؑ کی محبوبیت کا راز یہ ہے کہ ان کا رشتہ اللہ سے تھا۔ علیؑ کو چونکہ ہم اللہ کی ایک بزرگ آیت اور مظہر صفات خدا سمجھتے ہیں، ہمارا عشق ان سے اور زیادہ بڑھتا جاتا ہے۔

صعصعہ بن صوحان عبدی، امیر المومنین علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی اور مخلص و جاں نثار عاشق تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دفن امیر المومنینؑ میں شرکت کی تھی۔ جب دفن سے فارغ ہوئے اور آپ کے جسد خاکی کو سپرد خاک کر چکے تو صعصعہ نے اپنا ایک ہاتھ اپنے دل پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے سر پر خاک ڈالتے ہوئے کہنے لگے:

"مولا آپ کی موت بھی ایک شاندار موت تھی۔ آپ کی جائے ولادت بھی طیب و طاہر تھی۔ آپ کا صبر و ضبط بھی ایک نشان فتح ہے اور آپ کا جہاد بھی بلند منزلوں کا حامل تھا۔ آپ کا درس حکیمانہ، فکر پاکیزہ و بلند، تجارت فائدہ بخش اور سفر آخرت شاندار تھا۔"

"آپ اپنے خالق کی طرف تشریف لے گئے اور اس نے بھی آپ کو خوش آمدید کہا۔ اس کے فرشتے آپ کو چاروں طرف سے گھیرے ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ کے ہمسایہ میں آپ جا کر بس گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے بھائی کا قرب عطا کیا۔ اور آپ اپنے بھائی جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لے گئے اور ان کی منزل میں پہونچ گئے۔ اور کوثر کے لبالب جام سے سیراب ہو گئے۔"

"میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مجھ میں آپ کی پیروی اور اطاعت کی قوت باقی رہے اور میں آپ کی سیرت و طریقہ پر عمل کر سکوں۔ آپ کو دوست رکھوں اور دشمنوں سے اظہار بیزاری کرتا رہوں اور حشر کے دن میں آپ کے دوستوں کی جماعت کے ساتھ محشور ہوں۔"

"آپ نے علم و کمال و فضل کے وہ دروازے کھول دئے جو دوسرے نہ کر سکے۔ اور اس منزل عرفان و معرفت تک پہونچے جہاں دوسروں کی رسائی نہ ہو سکی۔ آپ نے اپنے بھائی اور اللہ کے رسولؐ کے ہمراہ جہاد کیا اور دین خدا کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تاکہ شریعت الٰہیہ قائم ہو جائے۔ فتنہ و فساد کی اصلاح فرمائی۔ اسلام و ایمان کو منظم و مستحکم کیا۔ آپ پر بہترین درود و سلام ہو۔"

"آپ کے ذریعہ مومنوں کی پشت مستحکم ہوئی۔ اور ان کی راہیں منور ہو گئیں۔ سنت رسولؐ اور احکام الٰہی کو بقائے دوام حاصل ہوا۔

ناممکن ہے کہ آپ کے بیشمار فضائل و مناقب میں سے ایک بھی اپنے اندر پیدا کر سکوں۔ پیغمبرؐ خدا نے جب بھی آپ کو پکارا ہمیشہ آپ کو اپنی خدمت کے لئے کمربستہ پایا۔ دوسروں کے مقابلہ میں پیغمبرؐ کے حضور آپ ہمیشہ ممتاز و محبوب رہے۔ ان کی نصرت و حمایت میں ہمیشہ آگے رہے

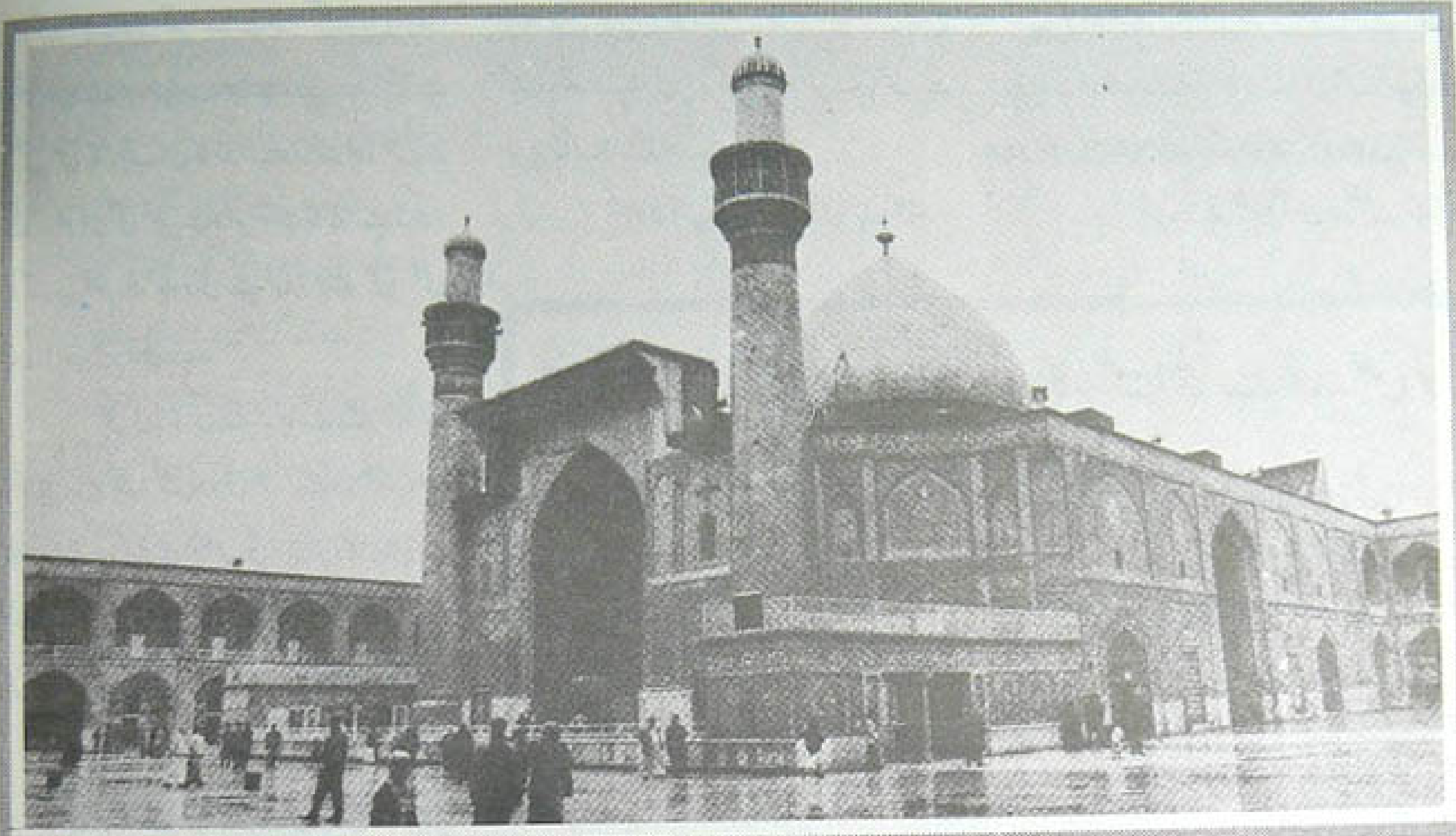

اور جان کی بازی لگا کر ان کی حفاظت کرتے رہے۔ خوف و وحشت کے موقعوں پر نڈر ہو کر اپنی شمشیر ذوالفقار سے حملے کئے اور ظالموں اور کافروں کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ شرک و کفر و نفاق وجہالت کی بنیاد اکھاڑ ڈالی۔ گمراہوں کو خاک وخون میں ملا کر آتش جہنم کے سپرد کر دیا۔ اے مومنوں کے سید و سردار۔ زندہ باد و پائندہ باد۔"

"آپ پیغمبر اسلامؐ کے نزدیک ترین لوگوں میں تھے۔ آپ ہی وہ ہیں جس نے سب سے پہلے اعلان اسلام فرمایا۔ یقین کی آخری منزل پر فائز، دل معرفت الٰہی سے لبریز، اصحاب پیغمبرؐ میں سب سے بڑھ کر جان نثار اور آپ کا نصیب سب سے بہتر تھا۔"

"خداوند عالم سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کے غم سے کبھی محروم نہ کرے اور آپ کے بعد، ہمیں ذلیل و رسوا نہ کرے۔"

"خدا کی قسم! آپ کی زندگی خیر و برکت کی کلید تھی۔ اور شر کی راہوں کو بند کرنے والی تھی آپ کی موت نے ہر طرح کی برائیوں کا دروازہ کھول دیا اور ہر راہ خیر بند کر دی۔ اگر لوگوں نے آپ کی ہدایت اور رہنمائی قبول کی ہوتی تو آسمان و زمین سے اللہ کی نعمتوں کی بارش ہوتی۔ لیکن انہوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی۔"

اور یہ واضح حقیقت ہے کہ لوگوں نے دین پر دنیا کو ترجیح دی۔ علیؑ کے عدل و انصاف اور راہ اسلام میں بے لچک رویہ کو نہ برداشت کر سکے۔ اس کی ان کے دلوں میں تاب نہیں تھی۔ اور آخر کار دشمن کے سرد اور خشک ہاتھ آگے بڑھے اور انہیں عین حالت سجدہ میں شہید کر دیا۔

علیؑ سے دوستی و محبت کا دعویٰ کرنا گویا اپنے آپ کو فراموش کر دینا ہے کہ آپ کی راہ ولا و محبت میں سر دینے اور دار پر چڑھ جانے کی بے نظیر مثالیں ہیں جنہیں تاریخ نے اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا ہے۔ یہ راہ اسلام و راہ علیؑ میں قربانیوں کی اور جان دینے کی تابناک داستانیں ہیں جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

☆☆☆

(قسط ۲)

اُردو شاعری میں تذکرہ فاطمہ زہرا (علیہا السلام)

ڈاکٹر رفیعہ شبنم عابدی
صدر شعبہ اُردو
مہاراشٹر کالج، بمبئی

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس کے علاوہ مرثیوں کے کرداروں کے ذریعے بھی جناب فاطمہؑ کی نسبت کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً حسینؑ (خاص طور پر امام حسینؑ) کے لئے جو الفاظ والقاب استعمال ہوئے ہیں، وہ جناب فاطمہؑ کی نسبت کو ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے:

خیر النساء کا پیارا، بی بی زہراؑ کا لاڈلا، یوسف زہراؑ، سرو فاطمہؑ، فاطمہؑ کی گود کا پالا، زہراؑ کا چاند، پور بتولؑ، زہراؑ کا لال، جگر بند زہراؑ، فاطمہؑ کا نور چشم، فاطمہؑ کا پوت وغیرہ۔

پھر اس قسم کے مصرعے۔ جیسے:

گودی میں جنہیں فاطمہؑ اطہر نے کھلایا۔

(میرؔن سبزواری)

وہ فاطمہؑ کا سبز قبا لاڈلا حسنؑ۔ (امیؔد فاضلی)

اسی طرح جناب زینبؑ کے لئے دختر فاطمہؑ، زہراؑ کی جائی، بنت زہراؑ، دختر زہراؑ، ثانی زہراؑ، تربیت کردۂ زہراؑ وغیرہ کی تراکیب جناب فاطمہؑ اور جناب زینبؑ کے رشتے کی غماز ہیں۔

بعض مصرعوں یا شعروں میں جناب زینبؑ کے کردار کے پہلو، جناب فاطمہ زہراؑ کے اسوۂ حسنہ اور تربیت خاص کی روشنی میں پیش کئے گئے ہیں۔ مثلاً:

۱- سیرت بنت نبیؐ ان کا نصاب تعلیم
ان کا ہر لفظ ہے سچائی کا شہ کار عظیم

(امیؔد فاضلی)

۲- ماں کی مانند ہیں یہ صبر ورضا کی آیت۔

(امیؔد فاضلی)

۳- عزم مادر نے بنایا انہیں شبیرؑ کی ڈھال۔

(امیؔد فاضلی)

۴- بنت زہراؑ نے حکومت کا فسوں توڑ دیا۔
چند الفاظ نے تاریخ کا رُخ موڑ دیا۔

(امیؔد فاضلی)

۵- تربیت کردۂ زہراؑ کا عجب رنگ تھا آج۔
حاکم شام کے اشعار پہ برہم تھا مزاج۔

(امیؔد فاضلی)

۶- بنت زہراؑ کی طرح سچ کو جری ہونا ہے۔

(امیؔد فاضلی)

۷- عفت کے جتنے مرتبے خیر النساء نے پائے۔
وہ ماں کے بعد دخترِ مشکل کشا نے پائے۔

(مرزا دبیؔر)

ان میں کردار جناب فاطمہؑ کے اخلاقی پہلو مثلاً صداقت، صبر ورضا، عزم واستقلال، حق گوئی وبے خوفی، حق پسندی، عفت وغیرہ کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

تفصیلی طور پر بھی نظر ڈالی جائے تو مرثیوں میں جناب فاطمہؑ کی دلی کیفیات کا ذکر ملتا ہے۔ خصوصاً شہادت حسینؑ، پر ان کا حال اور ان کی فریاد اکثر مرثیوں میں قلمبند کی گئی ہے۔ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر، قلی قطب شاہ کے مرثیوں کے چند شعر درج ذیل ہیں:

لہو روتی ہیں بی بی فاطمہؑ اپنے حسیناں تئیں
او لہو لالی کا رنگ ساتوں گگن اپر ال چھایا ہے
فاطمہؑ دکھ تے عرشی کرسی تے غم انجھو سٹے
ساتوں آسماں ہوا زمین میں آگ کی بھڑکی اٹھے
سب دکھاں کوں انت ہے، اس دکھ کے تائیں انت نئیں
فاطمہؑ کے پوت بن اس جگہ میں بنیں نور کئیں

دکن ہی کا ایک ہندو شاعر ترِ بک جی ذرہ جو امام حسینؑ اور جناب فاطمہؑ سے بے حد عقیدت رکھتا تھا اپنے ایک مرثیے میں بعد شہادت حسینؑ، جناب فاطمہؑ کا حال یوں قلم بند کرتا ہے:

سوز جگر سے آہ کو مارے ہیں فاطمہؑ
سر سے ردا کو اپنے اتارے ہیں فاطمہؑ
بالوں سے جائے قتل سنوارے ہیں فاطمہؑ
میدان کربلا میں پکارے ہیں فاطمہؑ
درد و الم بجانِ غریبم پدید شد

فریاد اے خدا کہ حسینمؑ شہید شد

غم گین اپنے ایک مرثیہ میں بعد شہادت حسینؑ، لاشۂ حسینؑ پر جناب فاطمہؑ کی گریہ وزاری، اس طرح دکھاتے ہیں:

اس لاش پہ ہیں زہراؑ سر کھول کے چلاتی
بالوں کو پریشاں کر، رورو ہیں یہ فرماتی
اے نور نظر تجھ پر یہ کیا ہوا طوفاں ہے
اے لال گلے لگ جا، آئی تری اماں ہے
اے لال محمدؐ کے کیا حال ہوا تیرا
لہو سے بدن سارا یوں لال ہوا تیرا

علی جواد زیدی نے غم گین کے اس مرثیے میں چند غور طلب باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جن میں سے ایک اہم بات "ارواح کی زبانی واقعات کربلا کا بیانیہ انداز میں بیان" ہے۔ شہادت امام حسینؑ کے بہت پہلے جناب فاطمہؑ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور وہ میدان کربلا میں باحیات ظاہری موجود نہ تھیں۔ ذہن شاعر حضرت امام حسینؑ کی ماں کو کربلا میں اس وقت مصروف نوحہ دیکھتا ہے، جب خاندان رسالتؐ شہادت کی منزل سے گزر کر قید شام کی طرف جا رہا ہے۔ غم گین، ماں کے بین میں تمام واقعات کو درد انگیزی کی شعوری کوشش کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ تصور کرلیا ہے کہ اگر وہ کربلا میں ہوتیں تو ان پر کیا گزرتی۔"[۱۴]

دکن کے مرثیوں میں جناب فاطمہؑ کا بین عام موضوع تھا۔ چنانچہ اکثر مرثیہ گویوں نے ایسے بیانیہ مرثیے کہے ہیں۔ مثلاً:

چلیں عدن تگی زہراؑ جورن کوں پیٹ کے سر
جہاں حسینؑ کا لاشہ پڑا تھا خاک اوپر
پہنچ کے رورو پکاریں وہ لاش کو بے پر
کہ اے حسینؑ تری آئی فاطمہؑ مادر

شمالی ہند کے ابتدائی دور میں بھی یہی فریادی وماتمی لے ملتی ہے۔ جس میں جناب زہراؑ کی، اپنے پسر امام حسینؑ سے محبت کا اظہار ملتا ہے۔ ایک ہندو شاعر راجہ الفت رائے الفتؔ اپنے مرثیے میں بیانیہ انداز میں جناب زہراؑ کا حال قلم بند کرتے ہیں:

کوکھ پکڑے ہوئے کہتی تھیں جناب زہراؑ
شمر نے تیغ سے کاٹا ہے کلیجا میرا
ہائے دنیا میں مری گود کا پالا نہ رہا
میری زینبؑ کا کوئی پوچھنے والا نہ رہا

میر انیسؔ جنہوں نے اردو مرثیے کی تاریخ ہی بدل دی، اس ضمن میں خاموش نظر نہیں آتے حالانکہ انہوں نے روایات کم قلم بند کی ہیں لیکن اگر کہیں کوئی واقعہ یا منظر پیش کیا ہے تو اس میں جزئیات نگاری کا کمال دکھایا ہے۔ اپنے ایک مرثیے میں وہ ولادت حسینؑ کی مبارک گھڑی کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ شب ولادت حسینؑ کا منظر اور جناب فاطمہؑ کی کیفیت ملاحظہ ہو:

کیا شب تھی وہ مسعود وہمایوں و معظم
رخ رحمت معبود کا تھا جانب عالم
باشندوں کو یثرب کے خبر تھی نہ گھروں کی
سب سنتے تھے آواز فرشتوں کے پروں کی
تھیں فاطمہؑ بے چین ادھر درد شکم سے
منہ فق تھا اور آنسو تھے رواں دیدۂ نم سے
وابستہ تھی رات جو اسی بی بی کے دم سے
مضطر تھے علیؑ بنت پیمبرؐ کے الم سے
آرام تھا اک دم نہ شہ قلعہ شکن کو
پھرتے تھے لگائے ہوئے چھاتی سے حسنؑ کو
کرتے تھے دعا بادشۂ یثرب و بطحا
راحم ہے تری ذات مقدس مرے مولا
زہراؑ ہے کنیز اور مرا بچہ ترا بندا
آسان کر اے بار خدا مشکل زہراؑ
نادار ہے وہ فاقہ کش وزار وحزیں ہے
مادر بھی تشفی کے لئے پاس نہیں ہے
ناگاہ در حجرہ ہوا مطلع انوار
دکھلانے لگے نور تجلی در و دیوار
اسماء نے علیؑ سے یہ کہا دوڑ کے اک بار
فرزند مبارک ہو تمہیں حیدر کرارؑ
اسپند کرو فاطمہؑ کے ماہ جبیں پہ
فرزند نہیں چاند یہ اترا ہے زمیں پہ

اس کے بعد ہی حضرت جبرئیلؑ تہنیت کے لئے آتے ہیں مگر ساتھ ہی تعزیت بھی فرماتے ہیں کہ یہ بچہ شہید کیا جائے گا۔ حضورؐ یہ خبر سن کر آب دیدہ ہو جاتے ہیں اور جناب فاطمہؑ کا یہ حال ہوتا ہے کہ:

چلاتی تھی سر پیٹ کے وہ ثانی مریم
بچی پہ چھری چل گئی یا سید عالم
خنجر کے تلے چاند سی تصویر کی گردن
کٹ جائے گی ہے ہے مرے شبیرؑ کی گردن

جس وقت امام حسینؑ شہید ہوتے ہیں۔ اور جناب زینبؑ گھبرا کر باہر نکلتی ہیں، انیسؔ اس وقت بھی روح فاطمہؑ کو اپنے جگر گوشے کے پاس دکھاتے ہیں۔ حضرت امام حسینؑ گرتے گرتے بہن کو تسلی دیتے ہیں:

اٹھ سکتے نہیں جسم پہ تلواریں پڑیں ہیں
گھبراؤ نہ اماں مرے پہلو میں کھڑی ہیں

ایک اور مرثیے میں اسی مقام پر روح فاطمہؑ تڑپ کر زینبؑ کو آواز دیتی ہے:

انیس سو ہیں زخم تن چاک چاک پر
زینبؑ! نکل! حسینؑ تڑپتا ہے خاک پر

اور تب حضرت زینبؑ گھبرا کے ننگے سر نکلتی ہیں اور ماں کو آواز دیتی ہیں:

اماں ہو دم لب اٹھتے نہیں تشنہ کام کے
پہنچادو لاش پر مرے بازو کو تھام کے

پھر لاشہ حسینؑ پر کھڑی دعا فرماتی ہیں:

اب چھوڑیو نہ دشت بلا میں حسینؑ کو
یا فاطمہ! چھپالو ردا میں حسینؑ کو

غرضیکہ انیس مختلف موقعوں پر جناب فاطمہؑ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جناب حُر کی تلوار جب میدان جنگ میں تیزی سے چلتی ہے تو انیس کو محسوس ہوتا ہے:

باغ زہراؑ میں نسیم سحری چلتی ہے۔

جب حسینؑ میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہوتے ہیں تو انیس فرماتے ہیں:

بر میں درست وچست تھا جامہ رسولؐ کا
رومال فاطمہؑ کا عمامہ رسولؐ کا

بعد شہادت حسینؑ جب قافلۂ حسینی قید خانے میں آتا ہے اور زوجہ یزید، ہند جو کسی زمانے میں امام حسینؑ کی کنیز رہ چکی تھی، قیدیوں کے پاس آتی ہے، انیس یہ تصور کر کے گھبرا جاتے ہیں کہ:

قید خانے میں تلاطم ہے کہ ہند آتی ہے
دختر فاطمہؑ غیرت سے موئی جاتی ہے

ہند اور یزید دونوں خواب میں رسول کو پریشان وگریاں دیکھتے ہیں۔ ہند جاگتی ہے تو پریشان ہو جاتی ہے اور یزید کو غیرت دلاتے ہوئے کہتی ہے:

یہ خواب ابھی دیکھ کے اٹھی ہوں میں مضطر
گھر میں مرے سرپیٹتے آئے ہیں پیمبرؐ
مخدومہ عالم کا سر پاک کھلا ہے
اور احمد مرسلؐ کا گریبان پھٹا ہے
آگاہ نہ تھا فاطمہؑ کے رتبے سے تو کیا
کچھ زینبؑ وکلثومؑ کے رتبے کو نہ سمجھا
تو نے جو انہیں قید کیا بھوکا پیاسا
واللہ ہوئی فاطمہؑ کی روح کو ایذا

جب حُر کے زخمی ہونے پر حسینؑ میدان جنگ میں پہنچتے ہیں اور اس کا سر گود میں رکھتے ہیں تب حُر کی زبانی انیس کہلواتے ہیں:

یہ کون بی بی ہیں مرے پہلو میں نوحہ گر
شہ نے کہا کہ روتی ہیں اماں برہنہ سر

دفتر ماتم کی مختلف جلدوں کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ مرزا دبیر کے ہاں میر انیس کے مقابلے میں تذکرہ فاطمہؑ کے مراثی زیادہ ہیں۔ مرثیہ چاہے کسی کے بھی حال میں ہو لیکن دبیر نے متعدد مرثیوں کو جناب زہراؑ کے تذکرے سے شروع کیا ہے۔ مثلاً:

۱-دفتر ماتم۔ جلد اوّل:

کان میں نالۂ زہراؑ کی صدا آتی ہے۔

(حضرت عباسؑ کے حال میں)

۲-دفتر ماتم۔ جلد سوم۔

زہراؑ کا گہر اختر صد برج شرف ہے۔ (شہادت حسینؑ)

۳-دفتر ماتم۔ جلد سوم:

مریم سے بھی بتول کو رتبہ سوا ملا۔

(وفات فاطمہ زہراؑ)

۴-دفتر ماتم۔ جلد پنجم:

اے مومنو! تسبیح پڑھو صل علیٰ کی۔ (وفات فاطمہ زہراؑ)

۵-دفتر ماتم۔ جلد ششم:

جب دختر خاتون قیامت ہوئی پیدا۔

(ولادت جناب زینبؑ)

۶-دفتر ماتم۔ جلد ہشتم:

کیا مرتبہ ماتم شاہ شہدا ہے۔

(شہادت حسینؑ پر فاطمہؑ کا اضطراب)

۷-دفتر ماتم۔ جلد نہم:

پسر فاطمہؑ کا جو کہ عزادار ہوا۔

(عزاداروں کی عزت وشان)

۸-دفتر ماتم۔ جلد دہم:

یارب گل امید کسی کا خزاں نہ ہو۔

(جناب ام البنین اور جناب زینبؑ کی ملاقات)

۹-دفتر ماتم۔ جلد یازدہم:

عندلیب چمن رنج وبلا ہے زہرا

(وفات جناب فاطمہ زہراؑ)

۱۰-دفتر ماتم۔ جلد دوازدہم:

جب رن میں ہوا خاتمہ ہفتادودوتن کا۔

(لاش حسینؑ پر فاطمہؑ کا نوحہ)

۱۲-دفتر ماتم۔ جلد چہاردہم:

جب فاطمہؑ سے عقد شہ لافتی ہوا۔ (تزویج فاطمہؑ)

(باقی آئندہ) (حوالے بھی آئندہ)

فضیلتِ شب قدر

از: ناصر باقری بید ہندی

بے شک سال کی تمام راتوں سے شب قدر کی عظمت واہمیت زیادہ ہے۔ اس کی وجہ وہ تمام امور ہیں جو اس شب میں ظاہر ہوتے ہیں (یعنی اہمیت وعظمت دراصل ان مقدرات الٰہیہ کی ہے جو اس شب میں تحقق پذیر ہوتے ہیں) وگرنہ زمانے کے اجزائے وجودی مساوی ہیں اور ان میں کوئی تفاوت نہیں اور نہ ایک دوسرے پر فوقیت ہے۔

شب مغفرت

منہج الصادقین میں تفسیر سورۂ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کے ذیل میں پیغمبر اکرمؐ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا: ایسا شخص جو مومن ہو اور قیامت پر یقین رکھتا ہو اگر اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرے تو اس کے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

قلب ماہ رمضان

امام جعفر صادقؑ نے ایک روایت میں فرمایا: قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے مہینوں کی تعداد بارہ ۱۲ رکھی ہے۔ رمضان سارے مہینوں کا سردار ہے اور شب قدر قلب ماہ رمضان ہے۔[۱]

ہزار مہینوں سے افضل

اسلام میں ہر چیز کو اسلامی معیار پر پرکھا جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت ابراہیمؑ کو ایک امت کہا گیا ہے۔[۲] اور شب قدر کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے: "لیلۃ القدر خیرٌ من الف شہر" اس کے علاوہ صحیفۂ مبارکہ سجادیہ[۲] میں ملتا ہے کہ رمضان کی ایک رات کی فضیلت ہزار مہینوں کی راتوں سے زیادہ ہے اسے لیلۃ القدر (شب قدر) کہتے ہیں.....

شب قدر کے ہزار مہینوں سے افضل ہونے کے بارے میں کئی تاویلیں کی گئی ہیں۔[۳] لیکن اکثر مفسرین کے نظریہ کے مطابق اس سے مراد یہ ہے کہ شب قدر کا ایک عمل ایسے ہزار مہینوں سے افضل ہے کہ جن میں شب قدر نہ ہو...... چنانچہ راوی امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ شب قدر کا ہزار مہینوں سے افضل ہونا کیسے ممکن ہے؟

امامؑ نے فرمایا کہ اس رات میں عمل خیر ایسے ہزار مہینوں کے عمل خیر سے بہتر ہے کہ جن میں شب قدر نہ ہو۔[۴]

اس مقام پر علمائے کرام کے بیان کردہ مزید وجوہ کی طرف اشارہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

الف: حضور ختمی مرتبتؐ کے پیروؤں کی ایک شب کی عبادت بنی امیہ کے ہزار مہینوں کی سلطنت (کہ اسی سال سے کچھ زیادہ ہوتے ہیں) سے بہتر ہے۔[۵]

ب: پیغمبر اکرمؐ نے چار بہترین عابدوں حضرت یحییٰ، زکریا، حزقیلؑ اور یوشعؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: انہوں نے اسی سال خدا کی عبادت کی اور ایک لحظہ بھی اس کی یاد سے غافل نہیں ہوئے۔ حاضرین نے تعجب کیا تو جبرئیلؑ سورۂ قدر لے کر نازل ہوئے۔[۶]

ج: ابوبکر وراق کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کی حکومت ہزار مہینے اور ذوالقرنین کی بادشاہت بھی ہزار مہینے قائم رہی جو شخص شب قدر کو عبادت میں بسر کرے ان دونوں حضرات کی سلطنت وبادشاہت سے بہتر ہے۔

د: ثعلبی کا کہنا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: بنی اسرائیل میں شمسون نامی ایک عابد رہتا تھا جو ہزار ماہ تک اسلحہ سے لیس رہا اور راہ خدا میں جہاد کرتا رہا۔ صحابہ نے عرض کی ہم اس کم عمری کے ساتھ اس سعادت کو نہیں حاصل کرسکتے! تو سورۂ قدر نازل ہوئی۔[۷]

ہ: یہ ہزار مہینوں سے افضل اس لئے ہے کہ گزشتہ امتیں ہزاروں ماہ زندہ رہیں مگر انہوں نے گمراہی اور تاریکی میں زندگی گزاری۔[۸]

شب نزول قرآن

روایات کے مطابق قرآن مجید جو کہ پیغمبر خدا کا جاودانی معجزہ ہے، شب قدر میں روح کی شکل میں، لوح محفوظ سے آسمان، دنیا یا بیت المعمور یا قلب پیغمبرؐ پر نازل ہوا ۔۹ جس کو اصطلاح میں یکبارگی یا اجمالی نزول کہتے ہیں۔

اس کے علاوہ قرآن کا ایک نزول تدریجی اور تفصیلی ہے جس کا سلسلہ الفاظ کی شکل میں تیئیس سال تک جاری رہا۔ اسی وجہ سے اہل لغت نے کلمہ نزول اور تنزیل میں فرق پیدا کر دیا ہے۔ کچھ آیات میں لفظ انزال ہے یا اس کے مشتقات ہیں جیسے سورۂ بقرہ ۱۸۵ و حم و دخان اور انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ان سے مراد نزول دفعی ہے اور جو آیات کلمہ تنزیل اور اس کے مشتقات کے ساتھ ہیں جیسے کہ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۰۷، اس میں نزول تدریجی مراد ہے۔

سورہ قدر

قرآن کے ایک سورہ کا نام قدر رکھنا، اس شب کی اہمیت و فضیلت کی گواہی دیتا ہے۔

مبارک رات

"انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ" ہم نے قرآن کو مبارک رات میں نازل کیا جو بذات خود منبع خیر و برکت ہے۔

حوالے:

۱- مجمع البیان۔

۲- چوالیسویں دعا۔

۳- علامہ زمخشری کشاف میں کہتا ہے: شب قدر کی فضیلت کے اس درجہ بلند ہونے کی علت، ان دینی مصلحتوں کا وجود ہے جو کہ اس شب سے متعلق ہیں جیسے نزول ملائکہ اور تمام امور کی تفصیل حکمت کے ساتھ۔

۴- تفسیر نور الثقلین۔

۵- تفسیر روان جاوید — تفسیر قمی۔

۶، ۷- در منثور ج ۶، ص ۳۷۱

۸- تفسیر القاسمی۔ ج ۱۷، ص ۲۱۸

۹- تفسیر نور الثقلین ۔ج ۵، ص ۶۲۴ - اصول کافی ج ۲- ص ۶۲۸ - امالی صدوق مجلس ۱۵ حدیث ۵ حدثنا احمد بن محمد بن یحییٰ العطار قال: حدثنا سعد بن عبد اللہ عن القاسم بن محمد الاصبہا فی عن سلیمان بن داود المنقریٔ عن حفص بن غیاث قال: قلت للصادقؑ جعفر بن محمد اخبر نی عن قول اللہ " شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن" کیف انزل القرآن فی مدۃ شہر رمضان وانما انزل القرآن فی عشرین سنۃ اولہ اخرہ۔ فقال: انزل القرآن جملۃ واحدۃ فی شہر رمضان الی البیت المعمور۔ ثم انزل من البیت المعمور فی مدۃ عشرین سنۃ۔

حفص بن غیاث کا کہنا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ پروردگار عالم کے اس قول (شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن) کا کیا مطلب ہے؟ قرآن کس طرح ماہ رمضان میں نازل ہوا جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ قرآن اول سے آخر تک بیس سال میں نازل ہوا۔ فرمایا: پورا قرآن ایک دفعہ بیت المعمور پر نازل ہوا اور وہاں سے بتدریج بیس سال میں اتارا گیا۔

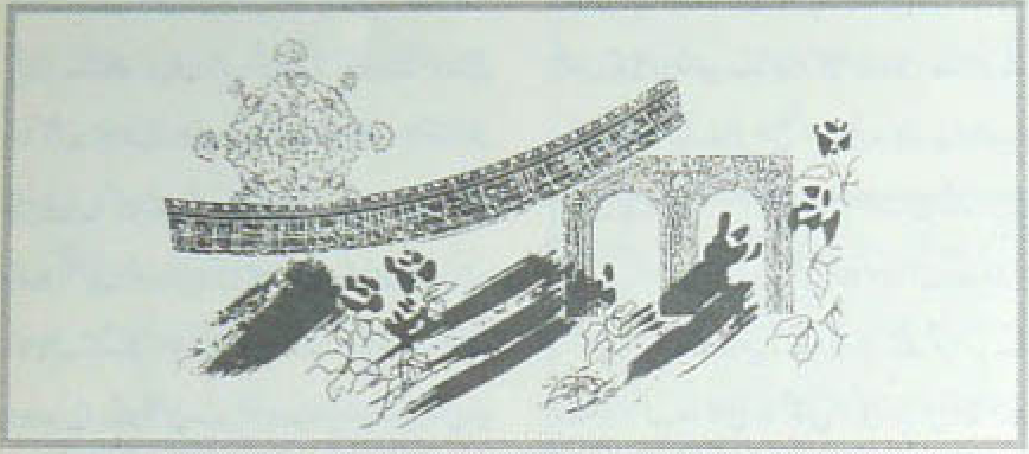

شیخ صدوق اپنے اعتقادات میں فرماتے ہیں:

"اعتقادنا، ان القرآن نزل فی شہر رمضان، فی لیلۃ القدر، جملۃ واحدۃ، الیٰ البیت المعمور ثم نزل من البیت المعمور فی مدۃ عشرین سنۃ...) ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ پورا قرآن ماہ رمضان میں شب قدر میں بیت معمور پر اتارا گیا اور وہاں سے بیس سال میں زمین پر اتارا گیا.....

اعتقادات صدوق ص۔ ۹۲

بیت المعمور کے بارے میں صحابہ اور تابعین کے درمیان اختلاف ہے۔

☆☆☆☆☆

امام خمینیؒ کی سیاسی زندگی:

ایران کے سیاسی حالات

۱۹۴۱ء سے ۱۹۶۱ء تک

از: محمد حسن رجبی

شاہی اقتدار اور باغی حکومت کے قیام کے بعد ایران میں قومی تحریک کے دوران حاصل ہونے والی تمام سیاسی اور اقتصادی کامیابیاں مٹی میں مل گئیں فوجی بغاوت کے نتیجے میں تشکیل شدہ زاہدی حکومت نے امریکی تیل کمپنیوں کے ساتھ شرمناک و خسارہ آمیز معاہدے کئے جس کے بموجب ایران میں تیل کی مجموعی تولید کا ۴۰ فیصد امریکی اور برطانوی کمپنیوں کا حصہ تھا۔

فوجی بغاوت کے بعد ایران میں امریکی اثر و رسوخ میں غیر معمولی اضافہ ہونے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے ملک کا سارا انتظام امریکہ اور برطانیہ کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ اس زمانے میں برطانیہ کی اقتصادی حالت بہت خراب ہو گئی اور وہ روز بروز امریکی اقتصادی امداد پر منحصر ہوتا چلا گیا۔ دوسری طرف امریکہ کی اقتصادی اور فوجی طاقت بڑھتی رہی جس کی وجہ سے برطانیہ اپنے نوآبادیاتی علاقوں میں بھی امریکی سیاسی تعاون کا محتاج ہو گیا چنانچہ برطانوی نوآبادیاتی ملکوں میں برطانیہ کے جاسوسی اداروں نے امریکہ کے لئے کام کرنا شروع کر دیا اور یہ ادارے امریکی جاسوسی تنظیم کا ایک اہم حصہ بن گئے۔۱

اگر اس سے قبل شاہ اور اس کے وزیر اعظم صرف برطانیہ سے وابستہ تھے تو اس کے بعد وہ لوگ دونوں طاقتوں کی سیاسی اطاعت و فرمانبرداری میں سرگرم ہو گئے۔۲ ایرانی افواج کے سابق سپہ سالار جنرل حسین فردوست نے لکھا ہے کہ شاہ اپنی پوری حکومت کے دوران بلکہ خصوصی طور سے فوجی بغاوت کے بعد منظم اعتبار سے امریکی اور برطانوی حکمرانوں سے ملاقات کیا کرتا تھا۔ دو ہفتے میں ایک بار امریکی اور برطانوی سفیر سے الگ الگ ملاقات کرنا اس کا فریضہ تھا اور اسی طرح ہر ہفتے خفیہ امریکی تنظیم CIA اور برطانوی جاسوسی تنظیم کے اعلی افسروں کے ساتھ تبادلۂ خیالات کرنا ضروری تھا نیز ان دونوں خفیہ تنظیموں کے ساتھ رابطہ رکھنے والے موثر ترین ایرانی افسر شاپور جی سے ہر ہفتہ ملاقات و گفتگو شاہ کے معمول زندگی میں شامل تھا۔۳ شاہ کے علاوہ شاہی حکومت سے وابستہ افسران بھی امریکی اور برطانوی سفارتخانوں کی حمایت و پشت پناہی حاصل کرنے میں لگے رہتے تھے تاکہ انہیں مزید اونچے عہدوں پر پہونچنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔۴ اس کے علاوہ شاہ کی طرف سے حکومت کے اعلی عہدیداروں کو یہ ہدایت تھی کہ برطانوی اور امریکی سفارتخانوں کی طرف سے جو اطلاعات طلب کی جائیں وہ انہیں فوراً فراہم کر دی جائیں۔۵

ان دونوں طاقتوں کے جاسوس ملک کے تمام فوجی اور انتظامی اداروں میں موجود رہتے تھے بلکہ صورتحال یہ تھی کہ جاسوس شاہی دربار میں مختلف مشاغل میں لگے تھے جن کی باگ ڈور اسد اللہ علم اور ڈاکٹر عبدالکریم ایادی (بہائی) کے ہاتھوں میں تھی۔۶

فوجی بغاوت سے لیکر اسلامی انقلاب کی کامیابی تک ایران کے تمام اہم سیاسی، فوجی، حفاظتی اور اقتصادی مراکز اور ادارے امریکہ اور برطانیہ کے کنٹرول میں کام کرتے تھے۔ آخری چند برسوں کے دوران اسرائیلی افسروں کا غلبہ ہو گیا تھا اور اسرائیل نے اپنے زر خرید غلاموں اور ایرانی ایجنٹوں کو ان اداروں پر مسلط کر دیا تھا اور ان ہی ایرانی ایجنٹوں کے ذریعہ وہ اپنے اسلام دشمن منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں لگا ہوا تھا۔ ذیل میں ان زر خرید غلاموں کی کرتوتوں کا اجمالی تجزیہ، فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

۱۹۵۶ء میں امریکی مشاورین کے ذریعہ ایران میں قومی حفاظتی اور اطلاعاتی تنظیم "ساواک" کی تشکیل عمل میں آئی جس کی قیادت درپردہ انہیں طاقتوں کے ہاتھ میں تھی۔ ساواک کا وہی کام تھا جو امریکی تنظیم CIA اور FBI کا کام تھا یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ساواک ان امریکی تنظیموں کی ایک شاخ کی حیثیت سے ایران اور اس علاقے کے دیگر ملکوں کے سلسلے میں خفیہ اطلاعات جمع کرنے میں لگی رہتی تھی۔ ۷ اور اس تنظیم کو یہ اہمیت حاصل تھی کہ شاہ ساواک افسروں کی آنکھوں سے دیکھتا اور انہیں کے کانوں سے سناکرتا تھا اور اس کے تمام کام خفیہ طور پر انجام پاتے تھے اور اس تنظیم کے افسروں کی طاقت لامحدود تھی اور ان کا کام شاہ اور شاہی حکومت کے خلاف سرگرم عمل انقلابی افراد وعناصر کی گرفتاری اور نہایت وحشیانہ اور خوفناک انداز میں ان کی نابودی تھا تاکہ شاہی اقتدار کے خلاف کوئی تحریک سر نہ اٹھا سکے۔ اس کے علاوہ ۱۹۵۹ء میں امریکہ اور برطانیہ کی نگرانی میں "خصوصی دفتر اطلاعات" نامی ادارہ کی تشکیل ہوئی جو ساواک سے زیادہ طاقتور تھا اور جس کے تمام کام خفیہ اور مجرمانہ انداز میں انجام پاتے تھے۔ ۸

۱۹۵۸ء میں ایران اور امریکہ کے درمیان ایک فوجی معاہدہ ہوا جس کے بموجب اگر کوئی تیسرا ملک (سوویت یونین) براہ راست یا بالواسطہ طور پر حملہ آور ہو تو امریکہ ایران میں اپنی فوجیں بھیج سکتا تھا۔ ۹ واضح رہے کہ ۱۹۵۳ء

سے ایران کے تمام فوجی، اقتصادی اور انتظامی اداروں میں امریکی مشاورین کی ایک بڑی تعداد موجود تھی چنانچہ ان لوگوں نے اس فوجی معاہدہ کو جلد ہی سرکاری حیثیت دیدی اور اس کے بعد ملک کے کونے کونے میں، بالخصوص روسی سرحدوں کے قریب واقع ایران کے شمالی صوبوں

امریکہ اور برطانیہ کی مشترکہ منصوبہ بندی کے ساتھ آہستہ آہستہ اسرائیلی خفیہ تنظیم نے ایران میں اپنا اثرورسوخ قائم کرلیا اور امریکی و برطانوی جاسوس عمداً پیچھے ہٹ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایرانی خفیہ تنظیم ساواک پر اسرائیلی جاسوسوں کا تسلط قائم ہوگیا۔

میں امریکہ نے راڈار اسٹیشن اور دیگر خصوصی مراکز قائم کردئے جس کی وجہ سے سابق سوویت میں شامل تمام جنوبی مملکتوں کی اطلاعات امریکہ کو حاصل ہونے لگیں۔ ۱۰ دوسری طرف برطانیہ کی خفیہ تنظیم intelligence Service اپنے ایرانی ایجنٹوں کے ذریعہ خفیہ اطلاعات حاصل کرنے میں ہمہ تن سرگرم تھی۔ ۱۱ فردوست نے لکھا ہے کہ "امریکہ اور برطانیہ کی مشترکہ منصوبہ بندی کے ساتھ آہستہ آہستہ اسرائیلی خفیہ تنظیم نے ایران میں اپنا اثرورسوخ قائم کرلیا اور امریکی و برطانوی جاسوس عمداً پیچھے ہٹ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایرانی خفیہ تنظیم ساواک پر اسرائیلی جاسوسوں کا تسلط قائم ہوگیا اور امریکہ نے اپنی پوری توجہ ایرانی فوج پر مرکوز کردی۔۔۔۔" ۱۲ ۱۹۵۸ء سے ایران کے مغربی اور جنوبی علاقوں میں اسرائیلی اطلاعاتی مراکز کی تشکیل کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ ۱۳ لیکن ۱۹۶۱ء کے بعد اسرائیلی تنظیم موساد اور ایرانی خفیہ ساواک کے درمیان تبادلۂ اطلاعات کا سلسلہ قائم ہوگیا۔ ۱۴ اس کے علاوہ شاہی حکومت کے آخری دور تک ساواک کے ملازمین اور اعلیٰ افسروں کی تربیت کا کام موساد کیا کرتی تھی چنانچہ اس مدت کے دوران ایرانی فوج اور ساواک کے اکثر اعلیٰ افسران لازمی ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے اسرائیل بھیجے گئے تاکہ وہ فوجی اور انتظامی امور میں اسرائیلی ماہرین سے ہدایت حاصل کرسکیں۔ ان خفیہ اداروں اور غیر ملکی جاسوسی تنظیموں کے علاوہ دیگر افراد اور جماعتیں مثلاً بہائی جماعت سے وابستہ عناصر بھی موجود تھے جو بظاہر آزاد مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں میں مشغول نظر آتے تھے لیکن حقیقت یہ تھی کہ یہ لوگ اسرائیلی خفیہ تنظیم موساد کے لئے کام کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ ملک کے اکثر سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی ادارے کے اعلیٰ عہدوں پر فری میسن نامی تنظیم سے وابستہ لوگوں کو تعینات کردیا گیا تھا جو امریکہ، برطانیہ اور اسرائیل کی غلامی کو باعث افتخار خیال

کرتے تھے اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ان تینوں سامراجی ممالک کی خفیہ سرگرمیوں کے درمیان اتحاد و تال میل قائم کرنے میں فری میسن نامی تنظیم سے وابستہ عناصر بنیادی کردار ادا کرتے تھے کیونکہ یہ لوگ شاہی نظام حکومت میں کلیدی عہدوں پر فائز تھے۔ اگرچہ فوجی بغاوت کے بعد تیل کی فروخت کی وجہ سے ملک کی قومی آمدنی میں کافی اضافہ ہوگیا تھا لیکن بھاری فوجی بجٹ اور شاہی حکومت کی غیر معمولی فضول خرچی کی وجہ سے ایران پر بیرونی قرض کا بوجھ روز بروز بڑھتا جارہا تھا۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۳ء کے دوران ایرانی تیل کے کنویں سے ۳۴۰ ملین ٹن تیل نکالا گیا جو تیل کی اس مقدار سے کہیں زیادہ تھا جو برطانیہ نے ڈارسی معاہدہ کے بعد گذشتہ پچاس برسوں کے دوران غصب کیا تھا۔ ۱۴

فوجی بغاوت کے بعد کی پہلی دہائی میں ایران میں سیکڑوں بیرونی کمپنیاں قائم ہوئیں۔ یہ کمپنیاں یا تو پوری طرح خارجی سرمایہ تھیں یا ان میں قدرے داخلی سرمایہ بھی شامل ہوا کرتا تھا اور ان میں سے اکثر کو کسٹم اور انکم ٹیکس سے چھوٹ جیسی دیگر خصوصی اور امتیازی مراعات حاصل تھیں۔ فقط ۱۹۵۹ء میں یورپی ممالک نے تقریباً ایک ارب ڈالر کا بیرونی سرمایہ ایران میں لگا رکھا تھا۔ ۱۵ ایران میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم رکھنے کے لئے غیر ملکی کمپنیوں کی حوصلہ افزائی کا یہ عالم تھا کہ ۱۹۵۵ء میں کچھ خصوصی معاہدوں کو منظوری دی گئی جس کے بموجب بیرونی ممالک کے سرمایہ گزاروں کو مزید خصوصی مراعات فراہم کی گئیں۔ ان سرمایہ گزاروں کو یہ سہولت حاصل تھی کہ وہ ایرانی باشندوں کی طرح جس تجارتی شعبے میں سرمایہ لگانا چاہیں لگائیں البتہ حکومت نے انہیں یہ ضمانت دے رکھی تھی کہ ان کی کمپنی یا تجارتی ادارے کو قومی ملکیت قرار نہیں دیا جائے گا اور بیرونی سرمایہ کار کو یہ حق حاصل

ہوگا کہ وہ اپنے منافع کی بڑی سے بڑی رقم بھی ایران سے باہر لے جانے کے لئے پوری طرح آزاد ہے۔ اس کے علاوہ ۱۹۵۷ء میں امریکی سرمایہ کاروں کو خصوصی مراعات و سہولیات کی فراہمی کے سلسلے میں کچھ اور خصوصی قانون پاس کئے گئے۔ ۱۶

ان قوانین کی منظوری کے بعد ایران میں متعدد یورپی اور امریکی تجارتی وزراعتی کمپنیوں کی تشکیل کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا اور ان یورپی اور امریکی کمپنیوں کے سربراہ اکثر و بیشتر بہائی ہوا کرتے تھے جنہوں نے اپنے ذاتی سرمایہ سے ایران میں غیر ملکی کمپنیوں کا جال پھیلا دیا تھا اور انہیں شاہی حکومت کی بھرپور حمایت وسرپرستی حاصل رہا کرتی تھی۔

۱۹۵۹ء میں "کھلا بازار" سیاست کی وجہ سے ایران میں غیر ملکی مال کی کھپت میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا یعنی بیرونی ممالک سے درآمد شدہ مال ۱۹۵۴ء کے مقابلے میں چھ گنا زیادہ ہوگیا تھا۔ دوسری طرف ایران سے تیل کے علاوہ دیگر اشیاء کی برآمداتی شرح میں بھاری کمی آگئی تھی اور ملک میں صنعتی ترقی کی کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی بلکہ منافع خوری اور دولت کی جمع آوری کا بازار گرم ہوتا رہا۔ ۱۷ اس مدت کے دوران غیر منظم اور غیر مرتب اقتصادی ترقی کی وجہ سے ملک بالخصوص تہران کے سماجی ڈھانچے میں غیر معمولی تبدیلی آگئی۔ اس سے قبل تہران کے قدیمی محلوں میں ہر طرح کے خانوادے زندگی بسر کیا کرتے تھے چنانچہ سماج کے ہر طبقے کے لوگوں کے درمیان تعلقات ہوا کرتے تھے لیکن حکومت کی اس نامعقول اقتصادی سیاست کے نتیجے میں رونما ہونے والا منافع خوروں کا یہ نیا سماجی طبقہ پرانے محلوں کو چھوڑ کر تہران کے شمالی علاقوں میں نو تعمیر شدہ مغربی اور یورپی طرز کے مکانوں میں آباد ہوگیا، جس کی وجہ سے سماج کے مختلف طبقوں کے درمیان مل جل کر زندگی بسر کرنے کا چلن تقریباً ختم ہوگیا اور ایرانی شہری زندگی میں جو طبقاتی اختلافات محسوس ہوا کرتے تھے وہ اس دوران بالخصوص "انقلاب سفید" کے بعد پوری طرح ختم ہوگئے۔ ۱۸

ملک کی قومی آمدنی کا بہت بڑا حصہ فوجی

بجٹ کی حیثیت سے خرچ ہوا کرتا تھا اور فوجی بغاوت کے بعد فقط دس سال کے اندر، ایران کے فوجی اخراجات میں چار گنا اضافہ ہو گیا تھا۔ سالانہ قومی بجٹ میں، فوجی اخراجات میں، ہر سال ۲۴ فیصد کا اضافہ یقینی تھا۔ ملک میں امریکی ہتھیاروں کی ریل پیل تھی اور ہزاروں امریکی فوجی مشاورین ایران آچکے تھے اور بظاہر یہ پروپگنڈہ کیا تھا کہ یہ تمام ہتھیار اس لئے جمع کئے جارہے ہیں کہ ایران، روس کی طرف سے ہونے والے احتمالی فوجی حملوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرسکے لیکن خود امریکہ، شاہ ایران اور ایرانی عوام کو اس حقیقت کا بخوبی اندازہ تھا کہ یہ محض ایک بے بنیاد اور جھوٹا پروپگنڈہ ہے اور روسی حملے کی آڑ میں ان اسلحوں کے ذریعہ ملک کے اندر اور علاقائی سطح پر ابھرنے والی تحریکوں کا سر کچلنا ہے۔

"ایران، شاہ کا مخالف" نامی کتاب کے مصنفین لکھتے ہیں کہ ایران کو دی جانے والی امریکی فوجی امداد کا یہ عالم تھا کہ ۱۹۶۳ء میں ایرانی فوج کا سپہ سالار امریکی ممبر پارلیمنٹ ہوبرٹ ہمفرے کو یہ لکھنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ آپ لوگوں نے ہمیں اتنا اسلحہ اور جنگی ساز و سامان فراہم کردیا ہے کہ اب ہم داخلی سطح پر رونما ہونے والی مختلف تحریکوں کو بہ آسانی کچل سکتے ہیں۔ اب آپ لوگوں کو اس فوجی امداد میں قدرے اضافہ کردینا چاہئے تاکہ ہم لوگ روسیوں کے خلاف بھی جنگ لڑسکیں۔"[۱۹] لیکن ایران پر روس کا احتمالی حملہ محض ایک بہانہ اور بے بنیاد پروپگنڈہ تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ امریکہ ایران کی شاہی حکومت کو جدید ترین اسلحوں سے مسلح کرتا ہے۔ ایران میں فوجی بغاوت کے چھ سال بعد مشہور امریکی صحافی والٹر لیپمن اس حقیقت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس موضوع کا سیاسی تجزیہ کرتے ہوئے اپنی مستند تشریح میں یوں لکھتا ہے کہ "ایران کو فراہم کی جانے والی امریکی فوجی امداد مشرقی بلاک

> ساواک کا وہی کام تھا جو امریکی تنظیم CIA اور FBI کا کام تھا۔ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ساواک ان امریکی تنظیموں کی ایک شاخ کی حیثیت سے ایران اور اس علاقے کے دیگر ملکوں کے سلسلے میں خفیہ اطلاعات جمع کرنے میں لگی رہتی تھی۔

کے خلاف مقابلہ کے لئے نہیں ہے بلکہ ایران میں ان اسلحوں کو داخلی تحریکوں اور بغاوتوں کو دبانے اور کچلنے کے لئے کی جارہی ہے۔ اس امریکی فوجی امداد کے استعمال کے سلسلے میں کسی قسم کی فنی اور فوجی ہدایت و پابندی نہ ہونے کی وجہ سے ایرانی حکومت انہیں اپنے داخلی مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کررہی ہے لہذا یہ دعویٰ کرنا کہ روس کا مقابلہ کرنے کے لئے، ہم ایران میں فوجی طاقت کی ایجاد کے لئے مجبور ہیں، محض پروپگنڈہ اور بالکل بے بنیاد بات ہے اور اس کا مقصد کانگریس کے اراکین پر دباؤ ڈالنا ہے تاکہ وہ شاہ ایران کو دی جانے والی خارجی امداد کی مخالفت نہ کریں۔ ایران کی حمایت و پشت پناہی کی حقیقی اور بنیادی وجہ یہ ہرگز نہیں ہے کہ عالمی جنگ کے دوران ایران غیر معمولی فوجی اہمیت کا حامل ہے بلکہ اصل مقصد ایران میں شاہی حکومت کی تقویت ہے تاکہ وہ ہمارا موافق بنا رہے اور ہمارے وفادار دوستوں کی فہرست میں قائم رہے۔"[۲۰]

شاہی حکومت کو ایک طاقتور اور خوفناک فوج کی سخت ضرورت تھی، اسی وجہ سے وہ امریکی فوجی مشاورین کی محتاج تھی، چنانچہ وہ امریکی فوجی ماہرین و مشاورین کو ہر طرح کی سہولتوں اور رعایتوں سے مالا مال رکھنا چاہتی تھی۔ اس کے علاوہ ایرانی حکومت ملک میں جدید سیاسی اور اقتصادی اصلاحات کی تعمیل و ترویج کے سلسلے میں امریکی دباؤ میں تھی لہذا جیسے ہی تہران میں واقع امریکی سفارتخانے کی طرف سے "معاہدہ خصوصی مراعات" یعنی CAPITULATION ACCORD کی تجویز حکومت ایران کے سامنے پیش کی گئی وزیر اعظم علم کی کابینہ نے اسے نہایت خاموشی کے ساتھ منظور کرلیا اور اس کے کچھ عرصہ بعد ایرانی سینیٹ نے بھی اسے پاس کردیا۔ تھوڑے دنوں بعد اس وقت کے وزیر اعظم حسن علی منصور نے ۱۹۶۴ء میں اس تجویز کو ایرانی پارلیمنٹ میں پیش کیا اور ممبران پارلیمنٹ نے بھی منظوری دیدی اور اس طرح ارباب حکومت نے ملک و ملت کی پیشانی پر ندامت و شرمندگی اور ذلت ورسوائی کا دھبہ لگادیا۔ (باقی آئندہ)

☆☆☆☆

قسط ۳

(گزشتہ سے پیوستہ)

از: پروفیسر سید جعفر رضا

ہندستان میں فارسی ادب

بیا کہ مجمع خوبان دلربا اینجاست
کرشمہ ہا ہمہ اینجا و نازہا اینجاست
قدم ز خطہ کشمیر برنمی گیرم
مقیم مرکز عظیم و جای ما اینجاست

طالب آملی کے کلام میں زندگی کے مختلف اور متنوع پہلو جھلکتے ہیں۔ امن وامان، عدل وانصاف اور خوش حالی دور جہانگیری کی خصوصیات ہیں۔ طالبؔ ان حالات کا چشم دید گواہ ہے:

شگفتہ روی وپُر از نشاط صحبت اوست
جہان چرا نبود خوش جہان پناہ خوشست
از فیض عدل شاہ جہانگیر خواب امن
درویش را بہ بستر اطلس غنیمت است

دور جہانگیری میں انشاء نگاری کی دو اہم کتابیں ہیں۔ ایک فیضی اور ابوالفضل کے بھانجے نور الدین محمد کی تالیف "انشاء طرب الصبیان" جس کا قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کے ذخیرۂ مخطوطات شیرانی میں محفوظ ہے اور دوسرا "زبدۃ الانشاء" جس کا قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے، مؤلف کا نام معلوم نہیں۔ نوآموزوں کو مکاتیب نویسی کے آداب سکھانے کا قاعدہ ہے۔ ایک اور اہم انشائی مجموعہ 'بیت الشرف' ہے جس کو نصیرائی ہمدانی نے ۱۶۲۱ء میں مرتب کیا۔ عہد جہانگیری میں شعراء کے کئی تذکرے لکھے گئے۔ جس میں تقی اصفہانی (م۔۱۶۴۰ء) نے "عرفات العاشقین" ۱۶۱۳ء میں لکھی، اسی طرح ایک اور تذکرہ، 'تذکرۂ خرابات'، کے نام سے موجود ہے جس میں ۲۹۱ فارسی شعراء کا ذکر ہے لیکن مؤلف کا نام معلوم نہیں۔ عبد النبی خاں فخر الزمانی نے ۱۶۱۸ء میں 'مے خانہ' لکھا اور ۱۶۱۹ء میں، اس میں دو اور ساقی ناموں کا اضافہ کیا۔ یہ اپنی نوعیت کا نادر تذکرہ ہے جس میں صرف ساقی نامے ہیں۔ اس میں ۱۲۰ ساقی نامے جمع کئے گئے ہیں۔ یہ تذکرۂ مے خانہ کئی بار شائع ہوچکا ہے۔ مطہری سمرقندی نے 'تاریخ جہانگیری' کے نام سے اکبر اور جہانگیر کے زمانہ کے شعراء کا ذکر کیا ہے اور "مجمع الشعرائے جہانگیری" میں قاطعی نے ۵۱ شاعروں کا ذکر کیا ہے۔

عہد جہانگیر کے ترجموں میں ہندوؤں کی مذہبی کتب میں سنسکرت سے 'رامائن' کو شیخ سعد اللہ مسیح نے فارسی میں ترجمہ کیا، ایک اور ترجمہ بصورت مثنوی اسی نام سے کسی گمنام شاعر نے کیا۔ سنگھاسن بتیسی، کے بھی دو ترجمے کئے گئے۔ ملک محمد جائسی کی "پدماوت" کا فارسی ترجمہ، مثنوی، دست پدم، کے نام سے ملا عبدالشکور بزمی (م۔۱۶۶۲ء) نے کیا جو امیر حسن عابدی کی تصحیح کے ساتھ تہران سے شائع ہوئی۔ اسی طرح ملا داؤد کی منظوم داستان 'چندائن' کا فارسی ترجمہ حمید کلانوری (م۔۱۶۱۸ء) نے کیا۔ داستان کامروپ وکام لتا کا فارسی ترجمہ میر محمد کاظم حسینی نے کیا۔ عربی کی ایک مشہور لغت کا دیباچہ مجد الدین فیروز آبادی (م۔۱۴۱۴ء) کی تالیف ہے جس کو عبد الرحمٰن بن حسن نے فارسی میں ترجمہ کیا۔

شاہ جہاں (م۔۱۶۵۹ء) فنون لطیفہ کا

زبردست سرپرست تھا۔ جس کے حسن ذوق کی علامتیں تاج محل، لال قلعہ اور دوسری عمارتیں ہیں لیکن خود شعر وادب میں کوئی کارنامہ انجام نہ دے سکا۔ البتہ علماء و فضلاء کی سرپرستی میں اپنے اسلاف سے پیچھے نہ تھا۔ دور شاہ جہانی کے مشہور شعراء کلیم ہمدانی اور قدسی تھے۔ کلیم دربار شاہ جہانی میں ملک الشعراء کے منصب پر سرفراز ہوا۔ قدسی کے ایک قصیدے پر شاہ جہاں نے اس کا منہ سات بار جواہرات سے بھرا۔ ایک اور قصیدے پر اسے روپیوں میں وزن کیا گیا۔ تخت طاؤس تیار ہوا تو متعدد شعراء نے قصائد لکھے۔ سب کو انعام واکرام ملا۔ کلیم کا قصیدہ پسند خاطر شہنشاہ ہوا، شاعر کو روپیوں میں وزن کیا گیا۔ شہنشاہ کے شاہ جہاں لقب حاصل کرنے پر قیصر روم نے اعتراض کیا کہ آپ ہندستان کے بادشاہ ہیں، جہان کے نہیں۔ کلیم ہمدانی نے اس کے لقب کے جواز میں قصیدہ لکھا اس قصیدے پر بھی اسے روپیوں میں تلوایا گیا۔ دربار شاہ جہانی سے متعدد شعراء وابستہ تھے محض چند کا ذکر کیا جاسکتا ہے:

محمد جان قدسی (م۔ ۱۶۴۶ء) کا نام تخت طاؤس کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس کی تحریر کردہ تاریخ (۱۰۴۲ھ / ۱۶۳۴ء) لوح آبدار پر کندہ کر کے تخت پر لگائی گئی:

زہی فرخندہ تخت پادشاہی
کہ شد سامان بہ تائید الٰہی
چو تاریخش زبان پرسید از دل
بگفتا "اورنگ شاہنشاہ عادل"

قدسی کے ضخیم کلیات میں مختلف اصناف سخن ہیں، وہ نہایت زود گو تھا لیکن کلیات میں بھرتی کے شعر نہیں۔ ایک مشہور نعت، "مرحبا سید مکی مدنی العربی" قدسی کی جانب منسوب ہے جو موجودہ تحقیق کے مطابق ۱۳ ویں صدی کے ایک شاعر سید محمد خاں قدسی الہ آبادی کی تخلیق ہے[۳۷]۔ ان قدسی کا ذکر تذکرہ روز روشن میں موجود ہے۔[۳۸]

ابو طالب کلیم (م۔ ۱۶۵۱ء) دربار مغلیہ کے عروج کا آخری ملک الشعراء ہے۔ کاشان کا رہنے والا تھا۔ لیکن صفوی حکمرانوں کی ناقدری سے دل برگشتہ ہو کر ہندستان آیا۔[۳۹] میر جملہ کے توسط سے دربار شاہ جہانی میں بازیابی حاصل ہوئی اور ملک الشعراء کا خطاب حاصل ہوا۔ کلیم بڑا سیر چشم اور دریا دل انسان تھا۔ بادشاہ کا عطا کردہ انعام واکرام غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیتا تھا۔[۴۰] اپنے معاصر شعراء میں میر معصوم، قدسی اور ملک قمی سے تعلق خاطر رکھتا تھا۔ ملک قمی کی موت پر اس نے جو مرثیہ کہا وہ شاہکار ہے۔ کلیم کی تصانیف میں دیوان اور دو مثنویاں ہیں۔ ایک مثنوی 'ظفر نامہ شاہ جہاں' شروع کی تھی لیکن موت نے راہ کھوٹی کر دی، مکمل نہ کر سکا، کلیم کی ایک اور مثنوی شاہ نامہ کلیم ہے، دیوان کلیم میں تاریخی واقعات اور موضوعات کا بیان ملتا ہے مثلاً فتح پور کی فتح، قحط دکن، شہزادہ اورنگ زیب پر ہاتھی کا حملہ وغیرہ۔ کلیم کے کلام میں اس وقت کے مختلف پیشہ وروں کا ذکر ملتا ہے مثلاً بزاز، مہاجن، صراف، عطار، پان فروش وغیرہ، عرفی کی طرح کلیم بھی کشمیر جنت نشاں، پر فدا تھا۔ شاہ جہاں کے ساتھ کشمیر گیا، وہاں کے دلفریب مناظر پر ایسا فریفتہ ہوا کہ واپس جانے کو تیار نہ ہوا۔ بادشاہ نے اصرار کیا تو اس کی شان میں 'ظفر نامہ' لکھنے کا بہانہ کر کے کشمیر میں رک گیا۔ شاہ جہاں کی واپسی پر کشمیر میں گوشہ گیر ہو گیا اور وہیں انتقال کیا۔ کلیم کی شاعری میں بابا فغانی کے طرز کی تازہ گوئی ہے، خود کہتا ہے:

گر متاع سخن امروز کساد است کلیم
تازہ کن طرز کہ در چشم خریدار آید

کلیم کی شاعری کی بنیاد سبک ہندی پر ہے لیکن اس کا کلام زیادہ تر ابہام اور دقت پسندی سے پاک ہے۔ کلیم، پیکر تراشی کا ماہر ہے:

ما ز آغاز وز انجام جہان بی خبریم
اوّل و آخر این کہنہ کتاب افتادہ است

دور شاہ جہانی کے سبک ہندی کے شعراء میں مرزا محمد علی صائب تبریزی (م۔ ۱۶۶۹ء) ممتاز ہے۔ عہد جوانی میں ہندستان آیا اور دربار شاہ جہانی میں قدر ومنزلت ہوئی پھر وطن واپس ہو گیا اور شاہ عباس ثانی کے دربار میں ملک الشعراء کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ صائب فارسی شاعری میں ایک خاص طرز کا موجد ہے جس کی تقلید ممکن نہ ہو سکی۔ اسی بنا پر اسے غزل کا شاعر کہا جاتا ہے۔ فلسفہ، تصوف، مزاح و حقیقت، رندی و سرمستی اور معاملہ بندی میں تمثیل نگاری سے خاص لطف پیدا کرتا۔ صائب کے بہت سے اشعار ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ صائب کو اپنے دور میں

جو مقبولیت حاصل تھی، وہ آج بھی برقرار ہے۔ دور شاہجہانی کے دیگر شعراء میں ابو البرکات منیر لاہوری (م ۱۶۴۴ء) سلطان شادمان (م۔ ۱۶۶۸ء) سعیدائے گیلانی (ز۔ ۳۸۔ ۱۶۳۷ء) وغیرہ اہم ہیں۔

دور شاہ جہانی میں شعراء کے تین تذکرے مرتب ہوئے۔ طبقات شاہ جہانی، مصنفہ محمد صادق، جس میں بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر اور شاہ جہاں کے زمانے کے شعراء کا ذکر ہے۔ دوسرا اہم تذکرہ خزینہ گنج الٰہی، ہے جس کو عماد الدین محمود حسینی نے ۵۳۔ ۱۶۳۲ء کے درمیان لکھا۔ اور تیسرا اہم تذکرہ 'لطائف الخیال' ہے جس کو شیخ ہند شیرازی نے ۱۶۶۷ء میں تالیف کیا۔ اس تذکرے میں ۴۵۴ ایسے شعراء کا ذکر کیا گیا ہے جن میں بیشتر کتاب کی تالیف تک زندہ تھے۔ دور شاہ جہانی میں مکتوب نگاری پر خصوصی توجہ کی گئی۔ شاہ جہاں کے وزیر اعظم سعد اللہ خاں کے مکتوبات (تعداد ۴۶) 'مکتوب سعد اللہ خان' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ سعد اللہ خاں، مکتوب نگاری میں ابو الفضل کا پیرو ہے مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی! دور شاہجہانی کا اہم ترین مجموعہ مکاتیب 'بہار سخن' ہے جس کا مصنف محمد صالح کنبوہ (مصنف 'عمل صالح' ہے) ان میں بعض مکاتیب داراشکوہ، اورنگ زیب اور دیگر امراء کے نام ہیں لیکن زیادہ تر شاہ جہاں سے متعلق مکتوبات ہیں۔ اس دور کا ایک انشائی کارنامہ 'انشائے منیر' ہے جو منیر لاہوری کے چھ مکاتیب کا مجموعہ ہے جو اس نے سیف خاں کی جانب سے بعض خواتین

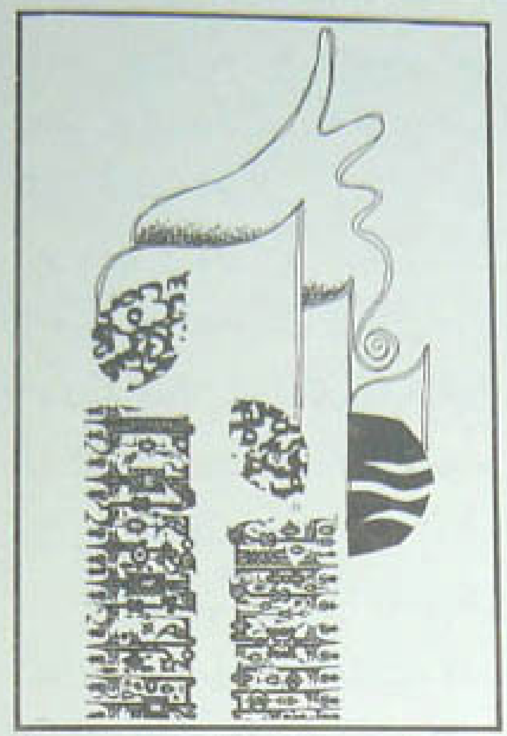

کے نام لکھے۔ اس کے موضوعات میں بڑی رنگا رنگی ہے۔ حکایات کا مجموعہ بہار دانش، شیخ عطاء اللہ کنبوہ لاہوری (م۔ ۱۶۷۱ء) نے ۱۶۵۱ء میں لکھی اور شاہجہاں کے دربار میں پیش کی۔ یہ نثر موزوں کی بہترین مثال ہے لیکن شاہجہاں نے پسند نہ کیا اور کہا:

"خط زشت است و بہ آب زر نوشت است، حق مختش را بدہند۔"[۱۹]

میر عسکری رازی نے دو ہندوستانی عاشقوں کی کہانی 'مہر و ماہ' فارسی میں منظوم لکھی۔ میر زاہد نے 'حکایاتِ زال و محمودہ فریب' لکھی۔ اس کے علاوہ اور بہت سے قصے کہانیوں کا ذکر ملتا ہے۔ بھگوت گیتا، کا ایک ترجمہ ۱۶۵۴ء میں عبد الرحمٰن چشتی نے کیا، کسی گمنام مصنف نے، 'گل فشاں'، کے نام سے 'سنگھاسن بتیسی' کا ترجمہ کیا۔ 'بہار دانش' کے نام سے سنسکرت داستان پنچ تنتر، کا ترجمہ عنایت اللہ کنبوہ ملتانی نے کیا۔ شیخ منجھن کی ہندی داستان فارسی منظوم ترجمہ مثنوی 'منوہر و مدھومالتی' کے نام سے ہوا۔ عربی سے بھی بہت ساری کتابوں کے ترجمے فارسی میں کئے گئے جو علمی موضوعات سے متعلق تھے جن کا ذکر آچکا ہے۔

شہزادہ داراشکوہ (م۔ ۱۶۵۸ء) صوفی صافی، عالم، متبحر شاعر اور دانشور تھا۔ ہندو مسلم مشترکہ تہذیب کی زندہ جاوید علامت اور اپنی ذات میں انجمن تھا۔ شعراء، ادبا، علماء و فضلاء کا شیدائی و سرپرست، ان سے فیاضانہ سلوک کرتا۔ داراشکوہ کو فارسی نثر میں کامل دست گاہ تھی اس کی تصنیف، سفینۃ الاولیا، یادگار تصنیف ہے جس میں ۴۱۱ علماء و مشائخ کے حالات درج ہیں۔ اس کی دوسری کتاب 'سکینۃ الاولیاء' ہے۔ تیسری کتاب 'حق نما' کا موضوع تصوف ہے۔ داراشکوہ کی ایک اور معرکۃ الآراء کتاب 'مجمع البحرین' ہے جو ویدانت اور توحید کے عقائد کے مشترکہ عناصر کی تلاش پر مبنی ہے۔ ان کے علاوہ حسنات العارفین، یا شطحیات، اور تصوف کی اصطلاحات پر مبنی 'بیاض' کا ذکر کیا جا سکتا ہے داراشکوہ کی فرمائش پر یوگ وشسٹھ کا فارسی میں ترجمہ ہوا، اس نے خود اپنشدوں کے پچاس ابواب کا فارسی میں ترجمہ کیا اور 'سرِ اکبر' نام رکھا۔ اس کو بھگوت گیتا کا ترجمہ بھی قرار دیا جاتا ہے۔ اس دور کی ایک یادگار کتاب 'لطائف الاخبار' یا 'تاریخ قندھاری' ہے اس کے مصنف کا نام معلوم نہیں لیکن اس کا موضوع داراشکوہ کی قندھار کی ناکام مہم ہے۔ خافی خاں نے اس کو رشید خاں معروف بہ محمد بدیع دیوان مہابت خاں کی تصنیف قرار دیا۔[۲۰]

اورنگ زیب عالمگیر (م۔ ۱۷۰۷ء) کو شعر و شاعری سے رغبت نہ تھی۔ شاعری کو ذریعہ معاش بنانے کے خلاف تھا۔ ایک بار سلطان شاہ مان نے اس کی شان میں قصیدہ پڑھا۔ بعض اشعار پسند آئے جن کو بار بار سنتا رہا لیکن آئندہ مدح سرائی کی ممانعت کردی [33] اورنگ زیب نے ملک الشعرا کا منصب ختم کردیا لیکن اپنی عمر کے آخری ایام میں بیدل کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتا تھا۔

بیک لحظہ بہ یک سان و یک دم
دگرگون می شود حالات عالم [34]

دور عالمگیر میں شعراء کی درباری سرپرستی ختم ہوگئی لیکن ان کی محفل درہم برہم نہ ہو سکی۔ حکیم مرزا محمد علی شیرازی (م۔ ۱۷۱۱ء) اپنے دور کا ممتاز ترین شاعر و ادیب تھا جو دربار عالمگیری سے وابستہ تھا، اسے نعمت خان عالی کا لقب حاصل تھا۔ وہ بیک وقت عالم دین، حکیم حاذق، شاعر بے نظیر اور صاحب طرز نثر نگار تھے لیکن ان کی شہرت کا دارومدار ان کی تصنیف 'وقائع' پر ہے، جو ہندوستان میں تقریباً دو سو برس تک شامل نصاب رہی۔ نیز اہل ذوق کے مطالعہ میں شامل رہی۔ اس کے علم و فضل کے متعلق معاصر تذکرہ نگار رطب اللسان ہیں۔ نعمت خان عالی کثیر التصانیف ادیب و شاعر تھے۔ قرآن مجید کی فارسی میں 'نعمت عظمیٰ' کے نام سے تفسیر کی، علاوہ بریں وقائع نعمت خان عالی، دیوان عالی، حسن و عشق، جنگ نامہ، مثنوی سخن عالی، رقعات و مضحکات اور خوان نعمت شائع ہو چکی

نعمت خان عالی کثیر التصانیف ادیب و شاعر تھے۔ قرآن مجید کی فارسی میں 'نعمت عظمیٰ' کے نام سے تفسیر کی، علاوہ بریں وقائع نعمت خان عالی، دیوان عالی، حسن و عشق، جنگ نامہ، مثنوی سخن عالی، رقعات و مضحکات اور خوان نعمت شائع ہو چکی ہیں۔

ہیں۔ البتہ شاہنامہ بہادر شاہی نایاب ہے۔ عالی کے اسلوب میں تمثیل نگاری کی بہترین مثالیں ہیں۔ غزلیں سادہ و پرکار ہیں، نکتہ آفرینی اور ذہنی کیفیات کا امتزاج ہے۔ لہجہ سبک اور نرم ہے جس میں نغمیت پیدا ہوتی ہے، خود کہتے ہیں:

چہ سحر بود کہ دیدم زکلک تو عالی
کہ نظم و نثر تو ہر کس شنیدہ مایل شد

نعمت خان عالی نے اپنی نثر سے اصلاح معاشرت کا کام لیا، ان کے دور میں اخلاقی بحران شروع ہو چکا تھا، اپنے لہجہ کی نشتر زنی سے سماج کے خون فاسد کو نکال دینا چاہتے تھے۔ ان کے موضوعات میں بوڑھے امیروں کا جوان لڑکیوں سے شادی کرنا، مفلس رعایہ پر سخت گیری، قاضیوں کے بے انصافی پر مبنی فیصلے، قرض خواہوں کے تقاضے وغیرہ ہیں جس پر عالی نے بے لاگ تبصرے کئے ہیں حتی کہ وہ بادشاہ کو نشانہ بنانے سے بھی نہیں چوکتے۔

اورنگ زیب کی چہیتی بیٹی شہزادی زیب النساء کے استاد ملا محمد سعید اشرف ماژندرانی، عاقل خاں رازی اور دیگر ممتاز شعراء، دربار عالم گیری سے کسی نہ کسی حیثیت سے وابستہ تھے البتہ عالم گیری دور میں ایران سے شعراء کی آمد کا سلسلہ قطع ہوگیا۔ اورنگ زیب کی شعر فہمی میں کلام نہیں، اس کے رقعات میں رومی، سعدی، حافظ اور بیدل کے اشعار کا برمحل استعمال ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد رقم طراز ہیں: "عالم گیر کا دل معتدل اور زبان قادر البیان تھی' اس لئے فرمان اور خطوط خود لکھتا تھا یا سامنے لکھواتا تھا [35] جادو ناتھ سرکار نے اس کے دو ہزار رقعات کا ذکر کیا ہے جس کی نقلیں ان کے پاس تھیں، ان کے علاوہ اور کتنے رقعات ہوں گے جو ضائع ہوگئے۔ [36] اورنگ زیب کے رقعات کے مجموعوں میں آداب عالم گیری، احکام عالم گیری، دستور العمل آگہی، رقائم کرام، ہیں۔ اس کا ایک اور اہم کارنامہ 'فتاویٰ عالم گیری' ہے جو گراں قدر دینی خدمت بھی ہے۔

عہد عالم گیری کے اہم ترین شاعر ملا محمد طاہر غنی کشمیری (م۔ ۱۶۶۸ء) ہیں، سادہ زندگی گزارتے تھے، دنیاوی اعتبار سے کسی طرح کی مال و دولت نہیں رکھتے تھے، دلچسپ معمول تھا، گھر میں رہتے تو دروازہ مقفل رکھتے، باہر جاتے تو دروازہ کھول دیتے۔ وجہ دریافت کرنے پر کہتے: اس مکان میں میرے علاوہ رکھا ہی کیا ہے۔ دیوان غنی کے متعدد قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں ملتے ہیں جو شائع ہو چکے ہیں۔ فارسی میں تمثیلی شاعری کو غنی نے معراج کمال پر پہنچایا۔

حافظ اور خیام کی طرح کلام غنی میں دنیا کی بے ثباتی، غم کی ہمہ گیری اور زمانہ کی دوں پروری کے مضامین کثرت سے نظر آتے ہیں۔

اس دور کے دوسرے اہم شاعر ناصر علی سرہندی (م۔۱۶۹۷ء) تھے۔ جو اورنگ زیب کے امراء میں سیف خاں بدخشی سے وابستہ تھے جو ۱۶۷۵ءمیں صوبہ دار الہ آباد مقرر ہوا۔ ناصر علی بھی اس کے ساتھ الہ آباد میں قیام پذیر رہے حتی کہ ۱۶۸۴ء میں سیف خاں کی وفات ہو گئی۔ بعد میں ناصر علی حیدر آباد گئے اور پھر دہلی آئے اور وہیں انتقال ہوا۔ ان کا دیوان شائع ہو چکا ہے جو زیادہ تر غزلیات پر مبنی ہے، چند رباعیاں، مختصر قصائد اور قطعات بھی شامل ہیں۔ ناصر علی کو اہل ہند کی شاعرانہ صناعیوں پر ناز تھا:

بلبل ایران ندارد جلوہ طاؤس ہند
داغ ہا دارد عراق از دست ایں گلزار ہا

ناصر علی اپنے کلام میں ہندی الفاظ کا استعمال بے تکلفی سے کرتے تھے۔ ان کے اسلوب کی خصوصیت ہے کہ شعر کے پہلے مصرعے میں کسی حقیقت کا بیان ہوتا ہے جس کو دوسرے مصرعے میں کسی نادر مثال سے ثابت کرتے ہیں۔ اسلوب شاعری فلسفیانہ افکار، مطالب تصوف اور حکیمانہ اقوال کے لئے بڑا ہی کارگر ہے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو:

بہ پیری سعی کن گرور جوانی رفت کار از دست
زرے گم گشتہ در آتش ز خاکستر شود پیدا

اس دور کے اہم ترین شاعر مرزا عبد القادر بیدل (م۔۱۷۲۰ء) ہیں جو بہار کے شہر

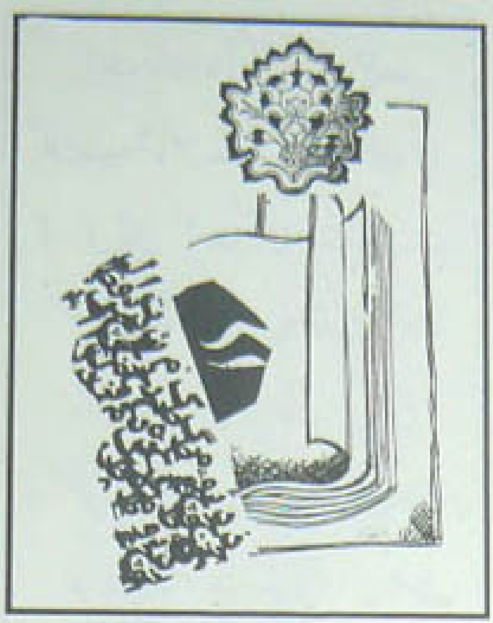

پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ صوفیانہ اور قلندرانہ مزاج کے حامل تھے۔ پورے ملک کا دورہ کرتے رہے اور آخر میں دہلی میں مستقل طور پر سکونت اختیار کر لی۔ وہیں آسودہ خاک ہوئے۔ بیدل پُرگو شاعر تھے ایک مثنوی 'طور معرفت' محض دو دنوں میں لکھی۔ دیگر مثنویوں کے نام 'محیط اعظم'، 'طلسم حیرت'، 'عرفان'، 'تنبیہ المہوسین' ہیں۔ ایک اور مثنوی گل زرد' نایاب ہے ان مثنویوں میں اشعار کی تعداد ساڑھے بارہ ہزار ہے۔ 'عرفان' طویل ترین مثنوی ہے اور گیارہ ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔ 'تنبیہ المہوسین' مختصر ترین ہے۔ قصائد اور قطعات ڈیڑھ ہزار اشعار پر مشتمل ہیں۔ خمسوں میں بارہ سو اشعار ہوں گے۔ کچھ اشعار ہزل اور طنزیہ بھی ہیں۔ بیدل کا زیادہ تر کلام غزلیات پر مبنی ہے۔ جن کی تعداد کم و بیش ساٹھ ہزار اشعار ہے۔ کلیات چار ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ نثری نگارشات میں 'چہار عنصر' اور 'رقعات' مشہور ہیں۔ علم رمل سے متعلق ایک رسالہ تالیف الاحکام' لکھا جو ناپید ہے۔ فن شاعری کے متعلق بیدل کا قول ہے:"شاعری عبارت از معنی تازہ بایست"[۳۷] ان کے اشعار اسرار و رموز سے معمور ہوتے ہیں جس سے ان کی کنیت ابوالمعانی ہو گئی۔ انہیں اپنی معنی آفرینی پر ناز تھا:

بیدل از فطرت ما قصر معانیست بلند
پایہ دارد سخن از کرسی اندیشہ ما

اس دور کے دیگر شعراء میں سیادت لاہوری (م۔۱۶۸۸ء)، عاقل خاں رازی (م۔۱۶۹۶ء)، شاہ ابو الموالی غریق (م۔۱۶۱۵ء)، لطف اللہ مہندس (م۔۱۶۴۹ء)، شاہ بدخشی (م۔۱۶۶۱ء)، خواجہ سنائی (م۔۱۶۶۴ء)، مقیم خاں خان خاناں (م۔۱۷۱۱ء) وغیرہ اہم ہیں۔

(باقی آئندہ)

حوالے:

۳۷۔ سید وزیر الحسن عابدی: باغ دو در ص ۲۳۵ (لاہور ۱۹۷۰ء)
۳۸۔ تذکرہ روز روشن۔ ص۔ ۶۵۴
۳۹۔ تاریخ ادبیات ایران۔ ص ۳۶۳
۴۰۔ محمد طاہر: تذکرہ۔ ص ۲۲۰ (تہران ۱۸۹۹ء)
۴۱۔ محمد حسین آزاد: سخنوران فارسی۔ ص ۲۵۳
۴۲۔ محمد ہاشم خافی خاں: منتخب اللباب۔ ج ۱ ص ۲۶۴ (کلکتہ ۷۴-۱۸۶۰ء)
۴۳۔ شعر العجم۔ ج ۳ ص ۱۲۹
۴۴۔ محمد ساقی مستعد: ماثر عالم گیری (اردو ترجمہ) ص ۴۴۵
۴۵۔ محمد حسین آزاد: دربار اکبری
J.N. Sarkar: Studies in Mughal India(Calcutta)۱۹۱۹

بیت المقدس

۴۲- کلمات الشعراء- ص- ۳۴

بیت المقدس کی بے شمار فضیلتیں ہیں۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں اپنے پیغمبروں سے اسی سرزمین کا وعدہ کیا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے بخوبی واضح ہے:

ونجیناہ ولوطا الیٰ الارض التی بارکنا فیھا للعالمین۔ یعنی ہم نے انہیں اور لوطؑ پیغمبر کو اسی سرزمین میں نجات دی ہے جو تمام دنیا والوں کے لئے میرے نزدیک بہت مبارک ہے۔ اس جگہ مبارک سرزمین سے مراد بیت المقدس ہے۔

ایک دوسری آیہ کریمہ میں خداوند عالم، بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: وواعدناکم جانب الطور الایمن۔ اور ہم نے تمہیں سرزمین طور کی داہنی جانب والی جگہ کی بشارت دی۔ جغرافیائی اعتبار سے سرزمین طور کے دو حصے ہیں، بائیں جانب والا حصہ مصرو فلسطین کے درمیان واقع صحراء سینا کا علاقہ ہے اور داہنی طرف والا علاقہ سرزمین فلسطین کا وہ حصہ ہے جس میں بیت المقدس واقع ہے۔

تیسری جگہ قرآن مجید کا ارشاد ہے وجعلنا ابن مریم وامہ آیۃ وآویناھما الیٰ ربوہ ذات قرار و معین ہم نے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ حضرت مریمؑ کو دو گواہ قرار دئے۔ اور پھر انہیں ایک ایسی جگہ عطا کردی جہاں وہ چین اور سکون کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں۔ اس جگہ پر سکون محل سے مراد بیت المقدس ہے۔

قرآن مجید بیت المقدس کی فضیلت کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں ارشاد کرتا ہے: سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصیٰ۔ یعنی پاک وپاکیزہ ہے وہ پروردگار جس نے ایک رات میں اپنے بندے حضرت محمد مصطفےٰ کو مسجد الحرام یعنی مکہ سے لیجا کر مسجد الاقصیٰ بیت المقدس کی سیر کرائی۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی اشارہ کیا جاچکا ہے کہ مسجد اقصیٰ سے مراد وہی سرزمین بیت المقدس ہے۔

اس روایت میں منقول ہے کہ جو شخص بیت المقدس میں نماز بجالایا اس کی مثال ایسی ہے گویا آسمان پر نماز ادا کی، کیوں کہ بیت المقدس آسمان سے بہت قریب ہے۔ اور پروردگار عالم نے حضرت عیسیٰؑ کو اسی سرزمین سے آسمان پر اٹھالیا ہے۔

جب حضرت سلیمانؑ، بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہو چکے تو پروردگار نے ان سے کہا: اے سلیمان تم دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ حضرت سلیمانؑ نے بارگاہ خدا میں دست دعا بلند کرتے ہوئے کہا: اے پالنے والے! میرے گناہوں کو معاف کردے۔ غیب سے آواز آئی: اے سلیمان! میں نے تمہاری دعا قبول کرلی۔ اس کے بعد حضرت سلیمانؑ نے پروردگار کی بارگاہ عالیہ میں دعا کرتے ہوئے کہا: "پالنے والے! جو شخص اس سرزمین میں تیری نماز ادا کرے، اس کے بھی گناہ معاف کردے۔" پروردگار نے حضرت سلیمانؑ کی یہ دعا بھی قبول کرلی۔ اس کے بعد حضرت سلیمانؑ نے پروردگار سے درخواست کی کہ جو شخص مریض یا محتاج اس سرزمین پر آکر طلب حاجت کرے، اے پالنے والے تو اسے شفا عطا کردے اور اسے اتنا غنی بنادے کہ پھر کسی کے آگے دست سوال نہ پھیلائے۔ پروردگار نے اپنے پیغمبر کی یہ دعا بھی قبول کرلی۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ سے روایت ہے کہ جو شخص ان تین مقدس مقامات کی زیارت کرے گا، اسے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ ایک میری مسجد یعنی مدینۂ منورہ، دوسری خانہ کعبہ یعنی مکہ معظمہ اور تیسری بیت المقدس۔ حضرت آدمؑ نے وصیت فرمائی تھی کہ انہیں اسی سرزمین میں دفن کیا جائے۔ حضرات اسحاقؑ وابراہیمؑ اسی سرزمین میں دفن ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے قیام مصر کے دوران وصیت فرمائی تھی کہ انہیں بیت المقدس ہی میں دفن کیا جائے یعنی اگر مصر میں موت آجائے تو میرا جسم بیت المقدس لے جاکر دفن کردیا جائے۔ پروردگار عالم نے حضرت داودؑ کے گناہوں کو اسی مقدس سرزمین پر ہی معاف کیا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے گہوارہ میں لوگوں سے اسی جگہ پر کلام کیا تھا اور اپنی والدہ کے اشارہ پر لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں بندۂ پروردگار ہوں۔ اور قیامت کے دن لوگوں کو اسی جگہ سے جنت و دوزخ کا فیصلہ سنایا جائے گا۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بیت المقدس کی بنیاد پیغمبروں نے ڈالی تھی اور یہ لوگ اسی پاکیزہ زمین پر زندگی بسر کرتے تھے۔ اللہ کے پیغمبروں میں سے ہر ایک نے اس سرزمین پر نماز ادا کی ہے۔ اس طرح یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ یہ سرزمین پیغمبروں کی عبادت گاہ رہی ہے۔

ابوذر غفاریؓ نے ایک روز پیغمبر اسلامؐ سے پوچھا۔ یارسول اللہ! دنیا میں سب سے پہلے کس مسجد کی تعمیر کی گئی؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے مسجد الحرام یعنی خانہ کعبہ کی تعمیر عمل میں آئی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوذرؓ نے سوال کیا کہ اے خدا کے رسولؐ دوسری مسجد کون سی ہے؟ آپؐ نے جواب دیا: بیت المقدس جس کی بنیاد خانہ کعبہ کی تعمیر کے چالیس برس بعد رکھی گئی تھی۔

روایت میں ہے کہ جو شخص شوق وذوق کے ساتھ بیت المقدس کی زیارت کا شرف حاصل کرے اس کی جگہ جنت ہوگی۔ جو شخص اس

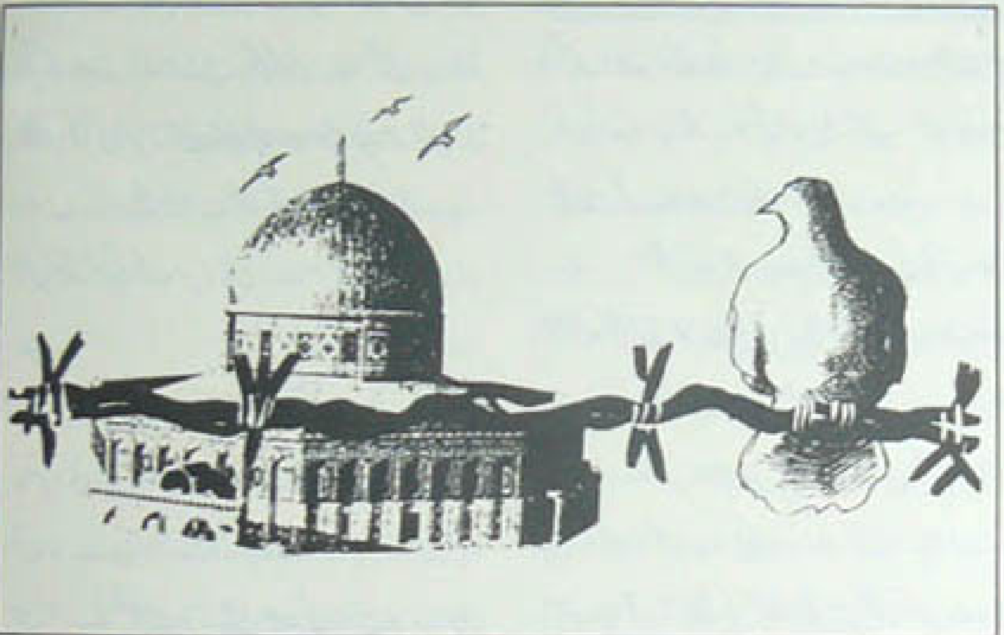

مقدس سرزمین میں دو رکعت نماز ادا کرتا ہے اس کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اور اس کے دل میں ہمیشہ خدا کا خوف اور اس کی زبان پر ذکر الٰہی رہا کرتا ہے۔ جو شخص بیت المقدس میں محتاجوں کی مدد کرے گا، وہ روز قیامت دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا۔

حضرت داودؑ اور ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ اس مقدس گھر کے پہلے بانی ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد دشمنوں نے بیت المقدس کو بالکل ویران کر ڈالا۔ اس کے بعد حضرت شعیاؑ نے اس جگہ کو پھر آباد کیا اور ایک ایرانی بادشاہ نے اس کی دوبارہ تعمیر کرائی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس میں عجیب وغریب چیزیں جمع کر رکھی تھیں، ان میں وہ زنجیر بھی ہے جس کا ایک کنارا مسجد کی چھت سے لگا ہوا تھا اور اس کا دوسرا سرا زمین پر لٹک رہا تھا صرف پاک وپاکیزہ لوگوں کا ہاتھ ہی اس زنجیر تک پہنچ پاتا تھا اور ناپاک لوگ اس زنجیر کو نہیں چھو پاتے تھے۔ جب پاک وپاکیزہ لوگ اس زنجیر کو چھوتے تھے تو انہیں کچھ نہیں ہوتا تھا لیکن اگر ناپاک لوگ کسی طرح اسے چھو لیتے تو ان کا ہاتھ جل جاتا تھا۔

اس کے بعد صاحب معجم البلدان یاقوت حموی بیت المقدس کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ اب میں آپ لوگوں کی توجہ ان حقیقتوں کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جو میں نے اس سرزمین کی زیارت کے دوران اپنی

آنکھوں سے دیکھی ہیں۔ شہر بیت المقدس پہاڑ کی اونچی اونچی چوٹیوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہ دو بلند پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ شہر کے اندر عالیشان عمارتیں اور اچھے بازار بھی ہیں۔ مسجد الاقصیٰ شہر کے مشرقی علاقے میں ہے۔ اس کی دیواریں اور ستون سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں۔ اس عظیم مسجد کی کوئی دوسری مثال موجود نہیں ہے۔ مسجد بیت المقدس کے صحن میں ایک عالیشان عمارت ہے، جس کے اوپر سونے کا بہت بڑا گنبد ہے۔ اس عمارت کو مسجد صخرہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مسجد کے وسط میں صخرہ پتھر موجود ہے۔ شب معراج پیغمبر اسلامؐ نے آسمان کی طرف پرواز کے وقت اس پتھر پر قدم رکھا تھا جس کے نشان آج بھی موجود ہیں۔ مسجد صخرہ سے باہر نکلنے کے لئے چار دروازے ہیں۔ مشرقی دروازے پر ایک گنبد بنا ہوا ہے، اسے 'گنبد سلسلہ' کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے گنبد بھی موجود ہیں جنہیں گنبد معراج اور گنبد حضرت داؤدؑ کہتے ہیں۔ مسجد صخرا کا گنبد چینی کا بنا ہوا ہے۔ اور اس پر سونے اور چاندی کی ملمع کاری کی گئی ہے چنانچہ سورج کی کرنوں کی وجہ سے اس کے اردگرد کا منظر بہت دلکش اور پرنور نظر آنے لگتا ہے۔ اس شہر کے لوگ بارش کے پانی کو ہی پینے کے کام میں لاتے ہیں۔ شہر میں تین نہریں بھی ہیں جن کے نام ہیں: جوئبار بنی اسرائیل، نہر سلیمان اور نہر عیاض۔ انہیں نہروں کے قریب حمام بھی بنے ہوئے ہیں تاکہ لوگ آسانی سے نہا دھو سکیں۔

شہر کے باہر ایک چشمہ' آب بھی ہے جسے چشمہ سلوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بیت المقدس ایک معتدل آب و ہوا والا شہر ہے اور یہاں اکثر برف باری بھی ہوتی رہتی ہے۔

خلیفہ دوم نے عمر بن العاص کی سپہ سالاری میں ایک لشکر بیت المقدس روانہ کیا، عمر عاص اس شہر کو فتح کرنے میں ناکام رہا۔ چنانچہ لشکر کی قیادت ابو عبیدہ بن الجراح کے سپرد کردی گئی لیکن وہ بھی شہر کے اندر داخل نہ ہو سکا۔ شہر کے لوگوں نے قلعہ کی کنجی لشکرِ اسلام کے حوالے

> **شب معراج پیغمبر اسلامؐ نے آسمان کی طرح پرواز کے وقت اس پتھر پر قدم رکھا تھا جس کے نشان آج بھی موجود ہیں۔**

نہیں کی اور کہا کہ قلعہ کی کنجی صرف خلیفہ' وقت کی تحویل میں دی جا سکتی ہے۔ چنانچہ ابو عبیدہ نے خلیفہ دوم کو ایک خط لکھا کہ شہر کے لوگوں کا مطالبہ ہے کہ وہ قلعہ کو خلیفہ کی تحویل میں دیں گے لہذا آپ کی آمد ضروری ہے۔ چنانچہ ۱۷ھ میں حضرت عمر دمشق کے قریب شہر جابیہ میں داخل ہوئے۔ اور اس کے بعد وہ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوگئے اور بغیر کسی قتل عام یا خونریزی کے بیت المقدس اسلامی حکومت میں شامل کرلیا گیا۔ شہر کے زیادہ تر لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔

باقی نصاریٰ اور یہودی قوم کے لوگ اپنی مذہبی رسومات اور احکام پر بغیر کسی جھگڑے فساد کے پابند عمل رہ گئے۔ ان لوگوں پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ تھی بلکہ مسلمانوں کی طرح انہیں بھی ہر طرح کی سیاسی اور معاشرتی آزادی حاصل تھی اور سب لوگ مل جل کر زندگی بسر کر رہے تھے کہ ۴۹۱ھ میں انگریزوں نے اس شہر پر حملہ کردیا۔ اور زبردست قتل عام و خونریزی کے بعد شہر بیت المقدس پر اپنا قبضہ جمالیا۔ ایک ہفتے تک مسلمانوں کے قتل عام کا سلسلہ جاری رہا۔ مسلمانوں نے جلاد صفت انگریزی فوج کے ظلم سے نجات حاصل کرنے کے لئے مسجد بیت المقدس کے اندر پناہ اختیار کی مگر انگریزی فوج اس مسجد کے اندر گھس گئی اور وہاں پناہ گزیں تقریباً ۷۰ ہزار مسلمانوں کا وحشیانہ قتل عام شروع کردیا۔ انگریزی فوج نے مسجد کی تمام بیش قیمت اشیاء کو وہاں سے نکال لیا اور یہ مقدس جگہ حملہ آور فوج کے نجس جانوروں کا طویلہ بن گئی۔ تقریباً ۹۱ سال تک انگریزوں نے اس شہر پر حکومت کی۔ آخر کار ۵۸۳ھ میں صلاح الدین ایوبی نے انگریزوں کے خلاف زوردار جنگ کی اور اس مقدس شہر کو دوبارہ اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اس طرح ایوبی حکمرانوں نے اس شہر پر حکومت شروع کردی۔ کہا جاتا ہے کہ ایوبی خاندان کے ایک حاکم نے شہر کے مضبوط قلعہ کے ایک حصے کو یہ کہہ کر تباہ کرڈالا تھا کہ ہم مسلمانوں کا دفاع، قلعہ کی دیواروں سے نہیں بلکہ اپنی تلواروں سے کرتے ہیں۔

تیسری قسط

اسلامی فنون لطیفہ

از ناٹکش ابر کہارٹ

گزشتہ سے پیوستہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

۶۔ معماری۔ فنون لطیفہ کی جان

اس اعتبار سے اسلامی فنون لطیفہ میں خلاء تو پیدا ہو گیا مگر اس کا فائدہ یہ بھی ہوا کہ اس اقدام سے ان ذرائع کا خاتمہ بھی ہو گیا جو شہوانی لذات و نفسانی جذبات کو برانگیختہ کرتے ہیں اور اس کی جگہ اب ایسا نظام مرتب کر دیا جس سے توازن و وقار اور سکون کا ماحول جلوہ گر ہوتا ہے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان تمام حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے، یہ بات فوراً ہی سمجھ میں آجاتی ہے کہ کس بناپر، اسلام میں معماری نے تمام فنون لطیفہ میں مرکزی مقام حاصل کیا۔ اگرچہ رسول خدا کا ارشاد ہے: ان اللّٰہ جعل فی الارض مسجداً و طہوراً (بے شک ساری زمین میری امت کے لئے پاک اور نماز کی جگہ ہے۔)

مگر اس کے باوجود یہ فن معماری کی ذمہ داری تھی کہ سکون و پاکیزگی جیسی چیزوں کو جو قدرت نے دوسری جگہ بھی عطا کی ہیں، گنجان آبادی کے علاقوں میں بھی یکجا فراہم کردے۔ اس کے بعد دوسرے مرحلے پر فن معماری کو یہ چیز ودیعت کی گئی کہ وہ اس حسن و جمال کی جلوہ آرائی کرے جس کی پرورش آغوش فطرت کے پاکیزہ دامن میں ہوتی ہے۔ یہ حسن و جمال اس صانع حقیقی کی صنعت کا ہی نمونہ ہیں اور ایک اعتبار سے ان کی عقل کے نزدیک بھی، مگر محدود سطح پر، اور اسی بنا پر وہ ہوا و ہوس کی دسترس سے دور ہیں۔ مومن جب مسجد میں داخل ہوتا ہے تو اس کی حیثیت وہاں محض تماشائی کی نہیں ہوتی بلکہ وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ گویا اپنے ہی گھر میں ہے۔ (یہاں گھر سے مراد، جائے بود و باش نہیں ہے۔) اور جیسے ہی وہ وضو سے فارغ ہوتا ہے، اس عالم میں پہنچ جاتا ہے جہاں اسے دنیوی تفکرات سے نجات مل جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ نماز میں شامل اور تلاوت کلام الٰہی میں ہی مشغول ہو جاتا ہے۔ اس کیفیت سے گزرنے کے بعد کنایۃً کہا جا سکتا ہے کہ وہ وہاں پہنچ جاتا ہے جو کبھی حضرت آدم علیہ السلام کا مقام تھا اور یہ وہ جگہ ہے جسے مرکز عالم کہا جاتا ہے۔

اس بنا پر تمام مسلم فنکار معماروں کی یہی کوشش رہی ہے کہ وہ ایسی فضا ہموار کریں جو مکمل طور پر بالذات قائم ہو۔ اور ہر جگہ اپنے اپنے مقام پر اس حقیقت کو عیاں کرے کہ کس طرح یہ فضا معنویت سے لبریز ہے۔ اس مقصد کی بر آری کے لئے انہوں نے مختلف راہیں اختیار کی ہیں۔ یعنی متعدد ستونوں پر قائم قدیم مسجد مدینہ کے صدر والان سے لے کر ترکی کی متحد المرکز مساجد تک کہیں بھی ہمیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ ان کی اندرونی فضا میں ہم کسی خاص سمت کی جانب کشاں کشاں چلے جا رہے ہوں۔ اور نہ ہی ان مقامات کی محدود فضا میں ہم پر کسی طرح کا دباؤ محسوس ہوتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ مسجد ہی وہ جگہ ہے جس کی عمارت انسان کو ہر اس تنازعہ و کشمکش سے آزاد کر دیتی ہے جو زمین و آسمان کے درمیان جاری و ساری ہیں۔

مسجد و کلیسا کا مقابلہ:

عظیم کلیساؤں کے طویل و مستطیل شکل کے وسیع دالان بنیادی

طور پر ایسے راستے ہیں جو انسان کو باہر کی دنیا سے دور لے جاکر ان چوکیوں کی جانب راہنمائی کرتے ہیں جو وہاں عبادت کے لئے مخصوص ہیں۔ کلیساؤں کے گنبد یا آسمان کی جانب بلند ہوتے نظر آتے ہیں یا عبادتگاہ کی چوکی کی طرف مائل۔ کلیسا کی عمارت ایک عیسائی عقیدتمند پر اس مفہوم کو روشن وعیاں کرتی ہے کہ مقدس عشائے ربانی کی رسومات ادا کرنے سے ہی عبادتگاہ کی چوکی حضور خداوندی کا فیضان حاصل کرتی ہے۔ اور یہی وہ نور ہے جو تاریکی میں درخشاں ہوتا ہے۔ لیکن مساجد میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہوتی جو عبادت کے لئے مخصوص ہو۔ محراب بھی صرف اس لئے بنائی جاتی ہے کہ اس سے سمت قبلہ متعین کی جاسکے۔ چنانچہ مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ مسجد کی فضا میں ایسے ماحول کی تخلیق کی جاتی ہے کہ ہر مومن کے دل پر یہ تاثر پیدا ہو کہ خداوند تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔

اس امر کی بیشتر وضاحت کے لئے ہم یہاں سنان نامی ترکی کے مشہور میر عمارت کی تیار کردہ مسجد کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اس شخص نے ایا صوفیہ مسجد کی اصل طرح اندازی سے بہت زیادہ اثر قبول کیا اور اس میں اپنے اسلامی نظریہ کے مطابق تبدیلی وترمیم کی۔ اور بالآخر مکمل طور پر نقشہ مرتب ومنظم کرنے کے بعد، اس نے شہر ادرنہ میں مسجد سلیمیہ کی بنیاد رکھی۔ ایا صوفیہ کا عظیم وفراخ گنبد دو نیم گنبدوں پر قائم ہے۔ اور اس کا تمام وزن انہی پر ہے۔ اس کے اطراف میں کچھ محرابیں بھی تعمیر کی گئی ہیں۔ اس کی اندرونی فضا کو اس طرح تیار کیا گیا ہے کہ وہ بمنزلہ محور نظر آتی ہے۔

عبادت اور دیگر مذہبی رسومات ادا کرنے کے لئے اس میں کئی منزلیں بنائی گئی ہیں جنہیں دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی تعداد حساب وشمار سے باہر ہے۔ میر عمارت سنان نے مسجد سلطان سلیم کے عظیم مرکزی گنبد کو ہشت ضلعی ساخت پر قائم کیا۔ اس کے چار ضلعے شمال' جنوب' مشرق اور مغرب میں سطح زمین پر صاف مربع ہیں جن کے بالائی حصے میں شمالی' جنوبی' مشرقی اور مغربی اضلاع پر قوس نما محرابیں بنا کر، اسے ہشت ضلعی شکل دے دی گئی ہے۔ چنانچہ یہ مکمل مجموعہ کسی عمدہ تراشے ہوئے ہیرے کی مانند اس طرح نظر آتا ہے کہ اس کا بیرونی شکم نہ تو لہرے دار ہے اور نہ ہی بالکل باریک۔

جس وقت بعض عظیم کلیسا مسلمانوں کے قبضے میں آئے تو انہوں نے ان کے طویل مستطیل دالانوں کو مزید وسیع کیا۔ اور اس کے اندرونی نقشے میں انہوں نے اس طرح تبدیلی کی کہ اس کے طول کو عرض میں بدل دیا۔ صدر دالان کلیسا کی دونوں جانب وہ رواق (محراب دار مسقف راستے) باوجود اس تبدیلی کے کہ جو

مسلمانوں نے ان میں کی، اب بھی موجود ہے اور صدر دالان مسجد کی فضا کو انہوں نے منقطع کیا، ان دونوں کی کمانی دار محرابیں، ان رواقوں کے بر خلاف جو عظیم کلیساؤں کے صدر دالان کے اطراف میں بنائے جاتے ہیں، کسی خاص سمت میں دور تک نہیں چلے جاتے بلکہ وہ اس خط کا قطع کئے بغیر ہی خاتمہ کر دیتے ہیں جو دالان کی فضا میں ایک سمت سے دوسری سمت تک چلا گیا ہے اور اس طرح وہاں ایسا ماحول پیدا ہو گیا ہے جس سے انسان کو وہاں سکون میسّر آسکے۔

مسلمان معماروں نے ان رواقوں کی شکل وصورت کی جانب خاص توجہ دی اور کوئی تعجب نہیں کہ عربی زبان میں 'روق' اور 'دروقہ' جیسے الفاظ حسین وجمیل اور خوبرو کے معنوں میں اسی لفظ (رواق) سے اخذ کئے گئے ہوں۔

یورپی اور اسلامی فن تعمیر میں محرابوں کا فرق:

یورپی فنون لطیفہ میں بیشتر دو قسم کی محرابیں پسند کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک رومی محراب کہلاتی ہے جو سادہ، معقول موازین کے مطابق سکوتی دباؤ پر منحصر ہوتی ہے اور دوسری کا نام گاتھی ہے جو غیر مستقیم طور پر اسلامی فنون لطیفہ سے ہی ماخوذ ہے۔ لیکن اسلامی فنون لطیفہ میں انواع واقسام کی محرابیں پائی جاتی ہیں جن میں سے دو سب سے زیادہ مقبول وپسندیدہ ہیں۔ ان میں سے ایک ایرانی محراب ہے جس کی نوک کشتی کے سرے کی طرح بالائی جانب باریک ہو جاتی ہے اور دوسری محراب نعل

کی مانند جو مغرب (شمالی افریقہ) میں کم وبیش نوکدار ہو جاتی ہے۔ وہ تمام کیفیات جن کا ہم نے یہاں ذکر کیا ہے، ان سکوتی اور آرامی یا ان سے مخلوط شدہ طرز پر ساختہ محرابوں میں نظر آتی ہیں۔ ایرانی محراب میں وسعت وکشادگی کے ساتھ لطافت بھی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اس کی نوک بالائی طرف اس طرح باریک ہوتی چلی جاتی ہے گویا کسی چراغ کی ایسی لو ہے جو تیز ہوا کے جھونکوں کے باعث لرزنے سے محفوظ ہو۔ لیکن مغرب (شمالی افریقہ) کی محراب وسیع تو ہوتی ہے مگر اس طرح کہ اس میں اس کی مستطیل شکل برقرار رہتی ہے۔ چنانچہ اس کی یہ کیفیت ذہن پر ثبات 'انبساط اور شرح قلب کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ اور دیکھنے والا یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ عمارت ایسا جسم ہے جس میں حرکت تو نہیں ہو رہی مگر تنفس کا سلسلہ اس میں جاری ہے۔ یہ قوس نما محراب بذات خود ایسی فضا مہیا کرتی ہے جو مسرت وشادمانی کی کیفیت سے سرشار ہو اور اس کی اندرونی برکت کی وجہ سے خوشی وانبساط کی حالت دل پر طاری ہوتی ہے۔ چنانچہ وہاں کی فضا میں پہنچ کر، اس آیۂ شریفہ کا زمزمہ کرنے کو دل چاہنے لگتا ہے:

"الم نشرح لك صدرك" (اے نبیؐ) کیا ہم نے تمہارے لئے تمہارا سینہ کشادہ نہیں کر دیا۔

(سورہ انشراح آیہ ۱)

چنانچہ اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ ایسی سادہ رواق سے جو صحیح اندازے کے مطابق بنائی گئی ہوں، ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جو انسان پر طاری کیفیت کو کیفیت میں تبدیل کر دے۔ ایسی صورت میں فضا کی کیفیت نہ صرف ذہن کو متاثر کرتی ہے بلکہ اس میں وجد وحال کے اثرات بھی پیدا کر دیتی ہے۔ اور اسی بنا پر روایتی معماری ایسی فضا کی حامل ہوتی ہے جو غور و

غیبت کبریٰ اور نیابت عمومی

[illegible] حسین نقوی

فکر کے لئے مناسب اور قطعی سازگار ہے۔

شیخ طوسی کتاب غیبت میں شیخ صدوق سے اور وہ احمد بن حسن مکتب سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتا ہے کہ میں شیخ ابوالحسن سمری (قدس سرہ) کی وفات کے سال بغداد میں تھا، میں وفات سے پہلے ان کی خدمت میں حاضر ہوا وہ حضرت قائم آل محمدؑ کی جانب سے ایک توقیع باہر لائے جس میں لکھا ہوا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے علی بن محمد سمری! اللہ تعالیٰ تیری مصیبت میں تیرے بھائیوں کے اجر کو زیادہ کرے، بتحقیق تو چھ روز میں دنیا سے گزر جائیگا پس تو موت کے لئے تیار ہو جا اور کسی کو وصیت نہ کر کہ تیرے بعد تیرا قائم مقام ہو، کیونکہ بالتحقیق غیبت تامہ واقع ہو گئی ہے اور پھر اس وقت تک ظہور نہیں ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی جانب سے اذن واجازت نہ ہو، وہ خدا جس کا ذکر بلند ہے، بلکہ وہ ظہور طولانی زمانہ کے بعد ہو گا، جب لوگوں کے دل سخت ہو جائیں گے اور زمین ظلم وجور سے بھر جائے گی اور جلدی ہو گا کہ شیعوں میں ایسے لوگ ہوں گے جو مشاہدہ کا دعویٰ کریں گے (بطور نیابت)، آپ آگاہ رہیں کہ جو شخص خروج سفیانی اور صیحہ آسمانی سے پہلے مشاہدہ کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا و مفتری ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وہ کہتا ہے کہ ہم نے اس توقیع کو استنساخ کیا اور اس کے پاس سے چلے گئے جب چھٹا دن ہوا، تو اس کے پاس واپس آئے، وہ اس وقت احتضار اور جان کنی کی حالت میں تھے، ان سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کے بعد آپ کا وصی کون ہے۔ فرمایا: للہ امر ھو بالغہ۔ امر خدا کے لئے ہے اور وہی اس امر کو انجام تک پہنچانے والا ہے۔ وفات پاگئے اور یہ ان کا آخری کلام تھا۔

علی بن محمد سمری رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد، مذکورہ بالا توقیع کے مطابق غیبت کا اول دور (غیبت صغریٰ) ختم ہو گیا اور غیبت کا دوسرا دور جسے غیبت کبریٰ کہتے ہیں، شروع ہوا۔ اس زمانہ میں قائم آل محمدؑ کے لئے خاص نائب مقرر نہیں ہوئے بلکہ نیابت عمومی کا دور شروع ہوا۔ یعنی ایک کلی عنوان (مجتہد عادل جامع الشرائط) مقرر ہوا کہ ہر زمانہ میں جس پر منطبق ہو، وہی نائب امام ہے۔ اس کی اطاعت واجب ہے اور اس کی مخالفت حرام ہے۔ اس نظریہ کی دلیل میں بہت سی احادیث اور روایات آئمہ طاہرین علیہم السلام سے وارد ہیں۔ ان میں سے چند ایک کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ اسحاق بن یعقوب کلینی جو اجلہ اور اخیار شیعہ علماء میں شمار ہوتے ہیں اور احادیث اہلبیتؑ کے حامل ہیں، انہوں نے چند مسائل قائم آل محمدؑ سے پوچھے تو ان کے جواب میں محمد بن عثمان عمروی کے ذریعہ امام عالی مقامؑ کی جانب سے یہ توقیع (تحریر) صادر ہوئی۔ اما الحوادث الواقعہ فارجعوا فیھا الی رواۃ احادیثنا فانھم حجتی علیکم وانا حجۃ اللہ۔ جو حالات اور حوادث تمہارے سامنے پیش آئیں، ان میں ہماری احادیث کے حاملین، علمائے اعلام کی جانب رجوع کیجئے، یہ لوگ میری طرف سے تم پر حجت ہیں اور میں اللہ کی جانب سے حجت ہوں۔

۲۔ وہ حدیث جو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے آیہ مجیدہ منھم امیون لا یعلمون الکتاب (بقرہ ۷۳) کی تفسیر میں وارد ہے۔ شیخ انصاری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے سچائی اور صداقت کے آثار پھوٹے پڑتے ہیں۔ یہ حدیث مفصل ہے۔ اس کے چند الفاظ یہ ہیں:

"اما من کان من الفقھاء صائنا لنفسہ حافظا لدینہ مخالفا لھویہ مطیعا لامر مولاہ فللعوام ان یقلدوہ۔" فقہا میں سے جو شخص اپنے نفس کو بچانے والا، اپنے دین کا محافظ، اپنی نفسانی خواہشات کا مخالف اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کا مطیع ہو، تو عوام پر واجب ہے کہ اس کی تقلید کریں۔

۳-وہ حدیث جو مشائخ ثلاثہ (کلینیؒ، صدوقؒ، طوسیؒ) سے عمر بن حنظلہ کی مقبولہ کے نام سے معروف ہے، وہ حضرت صادق آل محمدؑ سے روایت کرتا ہے، آپ نے فرمایا: دیکھو کہ تم میں سے جو شخص ہماری احادیث روایت کرتا ہے اور ہمارے حلال وحرام پر نظر رکھتا ہے (یعنی مجتہد ہے) اور ہمارے احکام کو جانتا ہے (یعنی فقیہ ہے) اس کو حکومت کے لئے اختیار کرو کہ میں نے اس کو تم پر حاکم قرار دیا ہے۔ پس جب اس نے ہمارے حکم کے مطابق کیا اور کسی نے اس حکم کو قبول نہ کیا، بے شک اس شخص نے خدا کے حکم کا استخفاف کیا اور اسے کم وزن سمجھا اور ہمیں رد کیا ہے اور جو شخص ہمیں رد کرتا ہے، وہ خدا کو رد کرتا ہے اور خدا کو رد کرنا، اس کے ساتھ شرک کرنے کی حد تک ہے۔

۴-حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ اللهم ارحم خلفائی۔ (بار الہا! میرے خلفاء پر رحم فرما) عرض کیا گیا آپ کے خلفاء کون ہیں، فرمایا: جو میرے بعد آئیں گے اور میری حدیث اور سنت کو نقل کریں گے۔

۵-یہ بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل "میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں۔"

جس طرح نبی اسرائیل کے انبیاء حضرت موسیٰؑ کے دین کے محافظ تھے اور امت موسیٰ پر ان کی اطاعت لازم ہے۔

☆☆☆

مولا علیؑ

اہل ایماں کے ولی ، مولا علیؑ
ایک جام کوثری ، مولا علیؑ
صاحب جود و سخاوت آپ ہیں
اے سخی ! ابن سخی ، مولا علیؑ
ضیغم داور ، جری ، شمشیر حق
آپ ہیں مولا علیؑ ، مولا علیؑ
مدح کی مجھ کو سعادت مل گئی
اور وجہ شاعری ، مولا علیؑ
لوح دل پر آپ کا بس نام ہے
صورت حرف جلی ، مولا علیؑ
اپنے عصیاں پر بہت ہوں شرمسار
کیجئے پردہ دری ، مولا علیؑ
رحم ہو واجد کے حال زار پر
دست حق ، دستِ نبیؐ ، مولا علیؑ

واجد سحری۔ طبیہ کالج۔ قرول باغ۔ (نئی دہلی)

منقبت

نشان فضل و شرف سبط مصطفیٰؐ ہیں حسینؑ
صداقتوں کے امیں پرچم ہدیٰ ہیں حسینؑ
سراپا لطف وکرم مخزن عطا ہیں حسینؑ
کہ آیت فلا تنہر کے مدعا ہیں حسینؑ
جمال حسن نبوت کے آئینہ ہیں حسینؑ
تجلی رخ زیبائے مصطفیٰؐ ہیں حسینؑ
پس شہادت عظمیٰ بھی سربلند رہے
پس شہادت عظمیٰ بھی معجزہ ہیں حسینؑ
پھر اس کے بعد نہ ہو گا فروغ باطل کو
میانہ حق و باطل وہ معرکہ ہیں حسینؑ
عمل میں سیرت وکردار علم و قوت میں
سراپا آئینہ ذات مرتضیٰؑ ہیں حسینؑ
کریم ایسے کہ دشمن کو بھی کیا سیراب
رحیم ایسے کہ رحمت کا سلسلہ ہیں حسینؑ
جہاں جہاں پہ ضرورت ہے رہنمائی کی
وہاں وہاں پہ تمہارے نقوش پا ہیں حسینؑ
پدر سے ان کے ہے جاری سلاسل اربع
تو پھر میں کیوں نہ کہوں جان اولیاء ہیں حسینؑ
حسینؑ معنی ذبح عظیم ہیں اریب
وہ ابتدا تھی اسی کے یہ انتہا ہیں حسینؑ
لبوں نہ گرم ہو کیونکر پئے شہادت حق
کہ ہم ہیں مقتدی جسکے وہ مقتدی ہیں حسینؑ
یہ مت کہو کہ گئے کیوں وہ کربلا کی طرف
تمہارے پست تخیل سے ماورئی ہیں حسینؑ
مجیب ثبت ہے یہ بات صفحہ عالم پر
کہ راہ صبر وعزیمت کے رہنما ہیں حسینؑ

مجیب احمد صدیقی۔ بالوگنج۔ ضلع گونڈہ۔ (یو۔پی)

رسالت مآبؐ کا سورج

عرب میں چمکا تیری آب وتاب کا سورج
اندھیرے چیر گیا انقلاب کا سورج
بچا لیا ترے دامن کی وسعتوں نے ہمیں
جلا ہی ڈالتا ورنہ عتاب کا سورج
وہ کربلائے معلی جہاں بنام حسینؑ
چمک رہا ہے رسالتمآبؐ کا سورج
جلا کے شام غریباں کی ظلمتوں میں چراغ
بجھا گیا وہ ستم کے شباب کا سورج
ہوئی جو شام تو اپنے لہو میں ڈوب گیا
جہاں نے دیکھا نہیں اس حساب کا سورج
بروز حشر شفاعت کا ہاتھ رکھ دینا
سروں پہ ہو جو گناہ و عذاب کا سورج

احمد نسیم ہاشمی۔ سنگرام پور۔ بدایوں۔ (یو۔پی)

اسلامی معارف کے متلاشیوں کے لئے علامہ جعفری ایک روشن چراغ تھے

آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کا

تعزیتی پیغام

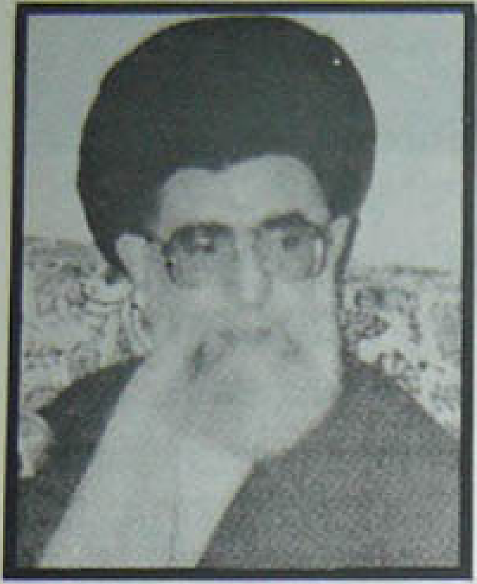

مشرقی دنیا کے نامور فلسفی علامہ شیخ محمد تقی جعفری نے ۱۶ر نومبر ۱۹۹۸ء کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دنیا کو خیر باد کہا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علامہ کی موت دنیائے اسلام کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اس غم انگیز سانحہ ارتحال کے سلسلے میں اسلامی جمہوریہ ایران کی نامور شخصیتوں اور حکومتی وانقلابی اداروں اور تنظیموں کی جانب سے بیشمار تعزیتی پیغامات جاری کئے گئے۔ ذیل میں مقام معظم رہبری آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کے تعزیتی پیغام کا مکمل ترجمہ حاضر خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نہایت غم واندوہ اور ملال وتاسف کے ساتھ ہم لوگوں نے یہ خبر سنی کہ نامور ادیب وفلسفی ومفکر وعلامہ فرزانہ آیت اللہ آقای حاج شیخ محمد تقی جعفری تبریزی دیدار حق کے لئے سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی وفات ہمارے ملک کے علمی وثقافتی معاشرہ کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔

اپنی اعلیٰ اور امتیازی تعلیمات کی تکمیل کے بعد انہوں نے تالیف وتحقیق کی وادی میں قدم رکھا اور ۴۵ برسوں پر مشتمل اپنی تحقیقی زندگی کے دوران انہوں نے گرانقدر علمی تصانیف پیش کیں اور اپنے فلسفیانہ خیالات کو بین الاقوامی مقبولیت سے مالامال کردیا۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ہی وہ ہمیشہ علوم ومعارف اور اسلامی مسائل میں فلسفیانہ پہلو کے سلسلے میں اپنے تعمیری افکار

وخیالات سے تشنگان علم ومعرفت کو سیراب کرتے رہے اور دنیا کے نامور علماء ان کے علمی افکار کا پرجوش استقبال کرتے رہے۔

اس عالیقدر دانشمند کی تقریریں نہایت پرمغز، گہرے نکات اور یادگاری تعلیمات کی حامل ہوا کرتی تھیں اور ملک کی جوان نسل نیز تحقیق میں دلچسپی رکھنے والے صاحبان علم، ان تقریروں کا پرجوش استقبال کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان تقریروں کو عصر حاضر کے علمی وفکری حسنات میں شمار کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ گہرے اسلامی معارف کی تلاش میں سرگرم ماہرین ومحققین کے لئے علامہ جعفری جیسے روشن چراغ کا گل ہوجانا ایک عظیم خسارہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس عظیم سانحہ ارتحال کے موقع پر میں ملک کے علمی معاشرہ اور دینی مدارس عالیہ و یونیورسٹیوں سے وابستہ علماء ومحققین وطلاب بالخصوص مرحوم کے پسماندگان محترم کی خدمت میں تعزیت وتسلیت پیش کرتے ہوئے، اس عالم بزرگ کی روح پر درود بھیجتا ہوں اور ان کے لئے مغفرت الٰہی کا طالب ہوں۔

والسلام علیٰ عباد اللہ

سید علی خامنہ ای

علامہ محمد تقی جعفری مرحوم کی علمی زندگی

علامہ محمد تقی جعفری ۱۹۲۵ء میں شہر تبریز میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم کی ابتدا مدرسہ اعتماد سے کی۔ چونکہ مدرسہ میں داخل ہونے سے پہلے انہوں نے اپنی والدہ گرامی سے اکثر ابتدائی کتابوں کا علم حاصل کر رکھا تھا لہذا انہیں مدرسہ کی چوتھی جماعت میں داخلہ حاصل ہوا اور انہوں نے سالانہ امتحان میں اپنی کلاس میں دوسرا درجہ حاصل کر لیا اور ایک سال بعد پانچویں جماعت کے امتحان میں انہوں نے پہلا درجہ حاصل کیا لیکن غربت و مفلسی کی وجہ سے انہیں اپنا تعلیمی سلسلہ منقطع کرنا پڑا کیونکہ گھریلو اخراجات کو پورا کرنے کے لئے یہ لازمی تھا کہ وہ کہیں کچھ کام کریں۔ بہر حال انہیں اپنا تعلیمی سلسلہ منقطع ہونے کا بڑا افسوس رہا کرتا تھا اور وہ اکثر یہ سوچا کرتے تھے کہ کاش میری پڑھائی جاری رہنے کی کوئی صورت نکل آتی چنانچہ ایک رات حالت خواب میں وہ اچانک یہ کہنے لگے: "میں پڑھنا چاہتا ہوں اور میں اپنا تعلیمی سلسلہ جاری کیوں نہیں رکھ سکتا۔" ان کے والد کو یہ اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ ان کے بیٹے کو علم سے گہرا لگاؤ ہے لہذا انہوں نے بیٹے کی خواہش کو پورا کرنے کا فیصلہ کر لیا اور دوسرے ہی دن انہوں نے مدرسہ طالبیہ میں بیٹے کا داخلہ کروا دیا۔ علامہ محمد تقی دن کے نصف حصہ میں مدرسہ میں تعلیم حاصل کیا کرتے اور باقی نصف حصے میں کام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے سیوطی اور مطول کا درس استاد اہری جیسے ماہر ادبیات سے حاصل کیا اور مدرسۂ طالبیہ میں کتاب امثلہ و صرف کی تعلیم

حاصل کی۔ اس کے ساتھ تبریز ہی میں منطق اور فلسفہ کا علم بھی حاصل کرتے رہے اور اس کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے تہران روانہ ہو گئے۔

تہران میں وہ مدرسۂ مروی میں داخل ہوئے اور رسائل و مکاسب کا علم حاصل کرنے میں ہمہ تن سرگرم ہو گئے اور اپنے درس کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لئے وہ مرحوم آیت اللہ شیخ محمد رضا تنکابنی کے درس میں بھی حاضری دینے لگے۔ اس کے علاوہ مدرسہ مروی میں، اس دور کے مایۂ ناز فلسفی میرزا مہدی اشتیانی کے درس کا اہتمام بھی تھا۔ علامہ ان کے درس میں شریک ہو کر علم فلسفہ میں بھی مہارت حاصل کرنے میں لگ گئے۔ انہوں نے دو سال تک استاد اشتیانی سے منظومہ اور اسفار کے عمومی امور و مسائل میں دسترس حاصل کرتے رہے۔

قم کا سفر:

تہران میں علم حاصل کرنے کے بعد علامہ مرحوم قم کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں اور وہاں ایک سال تک علم حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ قم کے قیام کے دوران علامہ کو سخت مالی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک بار دو دنوں تک بھوکے رہنے کے بعد وہ محلے کی ایک دوکان پر جاتے ہیں اور دوکاندار سے کچھ چاول، تھوڑا سا گھی اور خرما ادھار طلب کرتے ہیں لیکن دوکاندار بڑی بے رحمی سے انکار کر دیتا ہے اور وہ بڑی مایوسی سے گھر واپس آجاتے ہیں۔ بھوک کی شدت کی وجہ سے وہ بالکل نڈھال ہو جاتے ہیں کہ اچانک ایک طالب علم اپنے درس کے سلسلے میں کچھ پوچھنے کے لئے ان کے حجرہ میں داخل ہوتا ہے اور انہیں کھانا کھانے کے لئے اپنے حجرے میں مدعو کرتا ہے اور اس طرح علامہ کو بھوک کی تکلیف سے نجات مل جاتی ہے۔ مختصر لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ طالب علمی کے زمانے میں علامہ مرحوم کو متعدد بار شدید مالی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ قم میں ایک سال کے قیام کے بعد وہ اپنی بیمار والدہ سے ملنے کے لئے تبریز جاتے ہیں اور وطن کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی انہیں والدہ کی وفات کی خبر ملتی ہے اور وہ اس حادثہ سے بے حد رنجیدہ و غمگین ہو جاتے ہیں۔

نجف اشرف کا سفر:

والدۂ گرامی کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک تبریز میں قیام کرتے ہیں اور اس کے

بعد آیت اللہ میرزا فتاح شہیدی کے اصرار کے بموجب وہ نجف اشرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

نجف میں وہ مدرسہ صدر میں داخل ہوتے ہیں اور دوبارہ کتاب کفایہ کی دوسری جلد کا از سر نو مطالعہ و تجزیہ کرنے میں محو ہو جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد وہ درس خارج میں شریک ہونے لگتے ہیں۔ وہ آیت اللہ محمد کاظم شیرازی کی خدمت میں باب طہارت اور مکاسب محرمہ کا علم حاصل کرتے ہیں اور آیت اللہ آقای سید ابوالقاسم خوئی کی خدمت میں اصول فقہ اور مکاسب محرمہ کا درس حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ آیت اللہ سید محمود شاہرودی کے درس میں شریک ہو کر کتاب صید و ذباحہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ آیت اللہ حکیم سے قاعدہ فراغ و تجاوز کا درس حاصل کرتے ہیں اور آیت اللہ سید جمال گلپائگانی نیز آیت اللہ سید عبدالهادی شیرازی کے درس میں تقریباً سات برس تک برابر شریک رہتے ہیں۔ ان نامور اساتذہ کے علاوہ وہ آیت اللہ میلانی کے درس اصول وفقہ میں بھی شریک رہا کرتے تھے۔

نجف اشرف میں اپنے قیام کے دوران اپنا زیادہ تر وقت نامور اساتذہ کی خدمت میں بسر کیا کرتے تھے چنانچہ وہ علم فلسفہ کے بعض مباحث کا درس شیخ صدرا قفقازی اور دیگر فلسفیانہ و عرفانی مباحث کا علم شیخ مرتضی طالقانی سے حاصل کرتے ہیں اور اس طرح علامہ مرحوم مشرقی و مغربی افکار و نظریات سے بخوبی آشنا ہو جاتے ہیں۔

دینی علوم و معارف پر مکمل دسترس حاصل کرنے کے بعد علامہ محمد تقی جعفری اصول وفقہ بالخصوص کتاب مکاسب کفایہ کی تدریس کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں اور ان کے درس خارج میں دینی طلاب کی ایک بڑی تعداد

شریک رہنے لگتی ہے۔ نجف میں ہی وہ آیت اللہ خوئی کے درس پر مشتمل امر بین الامرین اور آیت اللہ سید عبدالهادی کی مسائل رضاع نامی کتابوں کی تالیف کا کام انجام دیتے ہیں۔ اس کے بعد "ارتباط انسان و جہان" کی پہلی جلد بھی نجف اشرف میں تالیف کرتے ہیں اور اس کتاب کی دوسری اور تیسری جلد مشہد میں مکمل کرتے ہیں۔

نجف اشرف کے تعلیمی دور میں وظیفہ کی کمی کی وجہ سے استاد تقی جعفری بہت دنوں تک دو تین گھنٹے ایک جگہ پر کام بھی کیا کرتے تھے، مجموعی طور پر انہوں نے گیارہ سال تک نجف اشرف میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور اس دوران وہ فلسفہ اور معارف اسلامی کا درس بھی دیتے رہے اور شہید آیت اللہ باقر الصدر نے بھی ایک سال علامہ جعفری کے درس سے بھرپور استفادہ کیا۔

نجف سے واپسی کے بعد استاد جعفری قم تشریف لے گئے اور وہاں انہوں نے آیت اللہ بروجردی سے ملاقات کی۔ آیت اللہ بروجردی نے ان سے فرمایا کہ وہ قم میں اپنا تدریسی سلسلہ شروع کریں لیکن قم کا پانی علامہ جعفری کی صحت کے لئے مناسب ثابت نہ ہوا لہٰذا وہ مشہد چلے گئے اور ایک سال مشہد میں قیام کرنے کے بعد وہ تہران آ گئے اور مدرسہ مروی میں تدریسی سلسلہ شروع کر دیا۔ آیت اللہ شیخ محمد تقی آملی اور آیت اللہ سید احمد خوانساری نے ان سے ایک مسجد میں امام جمعہ و جماعت کی ذمہ داری قبول کرنے کی خواہش کی لیکن انہوں نے اس خیال کے تحت کہ یہ کام دوسرے علماء بھی انجام دے سکتے ہیں، تصنیف و تالیف اور تحقیق کا کام جاری رکھا۔

اس زمانے میں علامہ جعفری، یونیورسٹی اساتذہ سے بھی ملاقات کرتے ہیں اور آیت اللہ شہید مطہری اور ڈاکٹر محمد ابراہیم آیتی کی دعوت پر مختلف ادبی موضوعات پر تقریریں بھی کرتے ہیں۔

مشہد جاتے وقت بس میں مرحوم استاد بدیع الزماں فروزانفر سے ان کی ملاقات ہوئی اور ایک علمی موضوع پر بحث و مباحثہ کے دوران وہ علامہ جعفری سے بہت متاثر ہوئے اور ان سے یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ یونیورسٹی میں تدریسی کام شروع کریں لیکن علامہ جعفری نے اپنی تحقیقی مصروفیات کی وجہ سے ان کی دعوت قبول نہیں کی۔

فقہی استنباط میں مختلف علوم کے اثرات

از: علامہ محمد تقی جعفری

مرحوم علامہ محمد تقی جعفری رضوان اللہ تعالیٰ علیہ ایک عارف بے نیاز، فقیہ، متکلم، ماہر فلسفی اور نمایاں مغرب شناس شخصیت کے حامل تھے اور اصولی ترین اسلامی موقفوں کی تفسیر اور ان کے سلسلے میں بحث و مباحثہ سے کبھی پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ ایک کم نظیر و آزاد خیال مفکر کی حیثیت سے وہ مشرق و مغرب کے پیچیدہ ترین فلسفیانہ مکاتب فکر کا بھرپور تنقیدی تجزیہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جلال الدین محمد بلخی جیسے جلیل القدر فلسفی کے افکار کا بھی انہوں نے باقاعدہ تجزیہ کیا۔ حضرت علی علیہ السلام کے خطبات، فرامین اور کلمات قصار پر مشتمل کتاب نہج البلاغہ کی شرح و تفسیر ایسا گرانقدر علمی سرمایہ ہے جو انہیں اپنے دور کی نمایاں علمی شخصیتوں کی صف میں کھڑا کر دیتی ہے اور اس بات کی چنداں ضرورت بھی باقی نہیں رہ جاتی کہ ان کی دیگر اہم تصنیفات و تالیفات کا ذکر کیا جائے۔

علامہ جعفری مرحوم نے زندگی کے کسی حصہ میں سیاست سے علیحدگی و کنارہ کشی کے فلسفہ سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔ چنانچہ اسلامی انقلاب کی تاریخ کے حالیہ دور میں جب کچھ نام نہاد مذہبی روشن فکروں نے اسلامی شریعت کے ثابت اصولوں کے خلاف مسلسل بزدلانہ حملات کا سلسلہ شروع کیا تو علامہ جعفری نے اپنے مدلل مقالات کے ذریعہ اس کا بھرپور دفاع کیا۔ درج ذیل مقالہ عصر حاضر کے نہایت حساس موضوع پر علامہ جعفری کی ایک مدلل تقریر ہے جو انہوں نے چھ سال قبل مدرسہ عالی، شہید مطہری میں کی تھی۔

مکتب اسلام کے ایسے عقائد، احکام، اخلاقیات اور ثقافتی عناصر سے ہوتی ہے جو عمدہ و شائستہ انسانی زندگی کے لئے بہت ضروری ہیں اور انسان کی زندگی ان سے جڑی ہوئی ہوتی ہے۔ دنیا کے ماہر فلاسفہ و متکلمین حتی فقہا بھی اس اعتقاد کے حامل ہیں کہ عقائد کا استدلال ہونا لازمی ہے (بالنظر والاستدلال لا بالتقلید) کبھی یہ استدلال خواجہ نصیر اور ابن سینا کے ذریعہ سامنے آتا ہے اور کبھی سوت کاتنے والی اس بوڑھی عورت کو اپنے چرخے سے ہاتھ ہٹا کر خداوند عالم کے وجود کے اثبات کا دعویٰ کرنا پڑتا ہے۔ بہر حال مجموعی طور پر کوئی بھی استدلال ہو سب سے پہلے اس سے وابستہ سوالوں کا منطقی جواب فراہم کرنا لازمی ہے تاکہ اس سلسلے میں آخری منزل تک پہونچ کر لاتردید اور بیشک کا مرحلہ بھی طے ہو جائے۔ تاریخ کے قدیم ترین ایام وادوار سے لیکر آج تک خداشناسی کا مسئلہ ہمارے درمیان موجود ہے اور ہر دانشمند و فلسفی اور فنکار اس سلسلے میں اپنے مخصوص نظریہ کا حامل رہا ہے۔ دوسری عبارت میں یوں عرض کیا جاسکتا ہے: "الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق یا بعدد نفوس الخلائق۔"

استدلال کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک نوعی استدلال ہے مثلاً قوانین علیت، نظم، برحان فرائض، برحان فطرت، برحان کمالی اور دیگر تمام براھین جن میں سے دس نمونے بہت اہم ہیں جو استدلال کی دوسری قسم ذاتی ہے اور ان میں وہ استدلال شامل ہوتے ہیں جو ذاتی طور پر بعض افراد کو مطمئن کر دیتے ہیں۔ مثلاً زندگی میں بعض لوگ عمل اور رد عمل کا مشاہدہ کر کے ہی اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ وجود رکھتا ہے لیکن ان لوگوں کو عملی اور جسمانی دلائل کے ذریعہ یقین کرنے والوں میں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ ان استدلالوں کو باقاعدہ طور پر فلسفیانہ تو نہیں کہا جاسکتا ہے لیکن اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ یہ استدلال در حقیقت استدلال حرکت یا کمال سے زیادہ موثر ہوئے ہیں۔

اسلام میں اخلاق کی بحث چھیڑنے سے پہلے ابتدائی مرحلہ میں ہی یہ جان لینا چاہئے کہ اسلامی اخلاق در حقیقت تابو اور توتم کے اخلاق سے بالکل مختلف ہے اور اس میں معبود موہوم اور توتم پرستی (TOTEMISM) کا کوئی گزر نہیں ہے۔ اس ضمن میں پہلے اخلاق تابو کی کیفیت کا اندازہ لگانا بھی لازمی ہے۔ سماجی علوم اور فلسفۂ تاریخ میں اخلاق تابو وہ ہے جس میں علمی و منطقی مدارک و مآخذ سے الگ ہٹ کر کوئی چیز معاشرہ میں ممنوع یا واجب العمل تسلیم کر لی جائے اور ایک ہی وقت میں رونما ہونے والے دو واقعات

کسی معاشرہ میں سنت و روایت کی شکل میں ہمیشہ کے لئے رائج ہو جائیں۔ مثلاً بعض افریقی قبیلوں میں جب قبیلے کا سردار کھانا کھاتا ہے تو اس قبیلے کے تمام لوگوں پر یہ لازمی ہوا کرتا ہے کہ اس برتن کی طرف ہاتھ نہ بڑھائیں کیونکہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو مثلاً سیلاب یا کسی دوسری آفت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یہ نظریہ در حقیقت دو واقعات کے ایک ہی وقت میں رونما ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ پس یہ کہا جاسکتا ہے کہ کبھی دو واقعات کے ایک ہی وقت میں رونما ہونے کی وجہ سے ایک طرح کے تابو اخلاق کا جنم ہوتا ہے اور اسلام میں ایسے اخلاق کی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام میں جو بات کہی گئی ہے وہ "لاتمم مکارم الاخلاق ہے اور اس کا مقصد انسانی شخصیت کے استقلال وکمال کو ترقی عطا کرنا ہے۔ اب جبکہ دنیا میں انسان کی ذاتی شناخت کو ختم و نابود کرنے کی کوشش کی جارہی ہے یہ جاننا لازمی ہے کہ انسان کے اندر اخلاق ہی وہ چیز ہے جو انسانی ہویت کو عملی رنگ وروپ اور حقیقی شناخت کرتا ہے مثلاً ایک طویل مدت سے یہ بات معروف ہے کہ جو چیز اپنے لئے پسند نہ کرتے ہو، اسے دوسرے کے لئے بھی پسند نہ کرو۔" اور یہ بات ایک اخلاقی اصول کی حیثیت سے ہم لوگوں کے درمیان رائج چلی آرہی ہے اور آئندہ بھی یہ اسی طرح جاری رہے گا۔

اخلاق در حقیقت ثابت اور ناقابل تغیر اصول پر مبنی و منحصر ہے۔ مثلاً قدیم مصر کے عدالتی قوانین میں ہم دیکھتے ہیں کہ قاضی عدالت میں موجود ملزم کے خلاف عدالتی کارروائی شروع کرنے سے پہلے اس سے یہ سوال کرتا ہے کہ "تم ہم لوگوں سے جو کہو گے وہ تمہارے ضمیر و وجدان کے مطابق ہے یا نہیں؟ یہ ایک ایسا اخلاقی حادثہ ہے جو آج بھی انسانی سماج کے لئے نہایت عمدہ معیاری اور اہم ہے یعنی زبان و وجدان کے مطابق عمل انجام دینا بالخصوص ایسے وقت میں جب انسان عدالت کی میز کے سامنے کھڑا ہو کیونکہ دنیا میں صحیح قوانین کو عملی جامہ پہنانے کا وسیلہ وذریعہ یہی ہے۔ جب دو یکساں رجحان کے حامل افراد ایک دوسرے کے ساتھ مشترکہ زندگی بسر کرسکتے ہیں اور یہ امر اسی وقت ممکن ہے جب وہ لوگ ان رجحانات کو ہموار کرلیں اور اگر رجحانات ہموار نہ ہوں تو یہ مشترکہ زندگی نہیں بلکہ تصادم و ٹکراؤ ہوگا۔ بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام ان لامحدود انسانی تمایلات و رجحانات کو ہموار کرنے کی راہ میں عملی ابتداء کی حیثیت رکھتے ہیں اور جملہ قوانین و اصولوں کی ابتداء یہی ہے یعنی کچھ لوگوں کو صلح آمیز و پرامن زندگی اسی وقت نصیب ہو سکتی ہے جب وہ ناقابل عمل اور دور رس تمایلات و رجحانات سے علیحدگی و کنارہ کشی اختیار کرلیں۔

جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جاچکا ہے کہ یہی وہ عمل ہے جو دنیا میں جملہ قوانین کی بنیاد ہے۔ انسان اپنی سماجی زندگی کو دوام عطا کرنے میں لازمی مناسب ماحول کی ایجاد کے لئے قانونوں کی زنجیر تیار کرلیتا ہے۔

افریقی افسانوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ مثلاً ایمبو نامی ایک عورت کہتی ہے کہ یہ میرے اندر جو "میں" ہے، در حقیقت شائستہ و مناسب نہیں ہے اور اسے ایک شائستہ و مناسب "میں" کی تلاش ہے۔ پس آپ خود ہی دیکھ رہے ہیں کہ بشریت کا یہ ارمان ہر دور میں موجود رہا ہے اور اس ارمان کے پرانے اور فرسودہ ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے۔ دوسری عبارت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ در حقیقت بشریت کا ارمان اس مجازی اور ظاہری "میں" سے الگ اپنے حقیقی "میں" کے ساتھ زندگی بسر کررہا ہے اور ریوری بار کی کتاب "آفرینش افریقہ" میں بھی دکھائی دیتا ہے کہ یہ اصول اپنی جگہ پر قائم ہے اور اس نے انسانی ترقی میں نمایاں کردار بھی ادا کیا ہے۔

ماکس ارسطو کے عمدہ اخلاق میں اختیار کو بالکل اسی معنی و مفہوم میں بیان کیا گیا ہے جیسا کہ ہم لوگ اس کا ذکر کرتے ہیں البتہ ہم لوگوں کی نظر میں اس نظریہ کا کچھ حصہ قابل قبول ضرور ہے۔ ہم انسان کی باعظمت شخصیت کی صفات میں یعنی عفت، حکمت، عدالت اور شجاعت میں تبدیلی پیدا کرسکتے ہیں اور مثلاً انسان کو شہد کی مکھی میں تبدیل کرسکتے ہیں اور وہ اس طرح سے بالکل ممکن ہے کہ ہم اپنے وجود کی حکمت و ضرورت کو ترک کردیں۔ اسی طرح تلقین کی خصلت جس طرح انسان میں شائستہ ترین صفات کو جنم دے سکتی ہے، بالکل اسی طرح اس میں انتہائی خراب اور شریر ترین کو قبول کرنے کی صلاحیت بھی پائی جاتی ہے۔ "خیالوں کی داستان" نامی کتاب میں موجودہ مغربی دنیا کے افلاطون "واحد" کے حوالے سے یہ بات کہی گئی

ہے کہ "اسکندریہ میں علوم الٰہیات کے فلاسفہ وماہرین نے علم الٰہیات کی ایک ایسی قسم کی ایجاد کی تھی لیکن زمانہ کی رفتار کے ساتھ لوگوں میں علم کا غیر معمولی شوق پیدا ہو گیا۔" اب اس کے بعد جو جملہ بیان کیا گیا ہے اس کے بارے میں غور وفکر کی ضرورت ہے۔ "دوبارہ دنیا اپنی وضاحت ودرخشائی سے محروم ہو چکی ہے کیونکہ دانشمندوں نے پیغمبروں پر سبقت حاصل کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء اپنے ثابت اصولی منصوبہ کے ساتھ دنیا کو روشنی عطا کرنا چاہتے تھے لیکن اس کے برعکس دانشمندوں نے اپنا ذاتی کام چھوڑ کر انحرافی راہ پر چلتے ہوئے انبیاء کی روشنی کو نابود کر دینا چاہا تھا۔ درحقیقت الٰہیات کے شعبہ میں ضمنی طور پر وہ ایک تاریخی مسئلہ پیش کرتے ہیں جو وہی اخلاق ہے۔

معنوی مفاہیم اور فلسفیانہ اعتقادات

اور اس کے شانہ بشانہ طفلانہ افسانے ان بنیادی حقائق سے سرشار ہیں جو باستانی دور سے لیکر آج تک ہمارے درمیان رائج ہیں۔ اس طولانی مدت کے دوران جب انسان اپنے سماجی پہلو کی طرف غور وفکر کرتا ہے تو اس کے سامنے ایک ایسا اصول آجاتا ہے جو کسی تبدیلی کے بغیر باقی رہے گا مثلاً بعض ممالک میں کسی کا احترام کرنے لگتے ہیں تو لوگ سر سے ٹوپی اتار لیا کرتے ہیں جبکہ ہم لوگ سلام کرتے ہیں یا آنے والے کے احترام میں اپنی جگہ پر کھڑے ہو جایا کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ پس یہ بات واضح وثابت ہو جاتی ہے کہ لوگوں کے درمیان آنے والے شخص کا احترام اپنی جگہ پر قائم ہے اور اس کے اظہار کے طریقے البتہ مختلف ہو سکتے ہیں۔ اخلاقی اصول کی ثابت قدمی کو سبھی تسلیم کرتے ہیں البتہ ان اصولوں کی پیروی میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ آپ اصل احترام کو مندرجہ ذیل جملے کی مدد سے زیادہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ہم یہ کہنے کے بجائے کہ قرون وسطیٰ کے فلاسفہ بیوقوف تھے اسی وجہ سے انہوں نے ارسطو اور افلاطون کی پیروی کی ہے، اگر اپنی بات کو اس انداز میں پیش کریں کہ "قرون وسطیٰ کے مفکرین نے مغربی تمدن کے دو اہم یعنی ارسطو اور افلاطون سے اپنی والہانہ عقیدت کی وجہ سے ہم لوگوں کو اپنی ذاتی صلاحیت وکوشش کے نتائج سے محروم رکھا۔

پس اس مثال کی روشنی میں ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں جو اخلاقی اصول مشرق میں درکار ہیں انہیں مغرب میں بھی پسند کیا جاتا ہے۔

بزرگوں میں سے ایک بزرگ لکھتے ہیں کہ جب میں قید خانہ میں تھا تو جس وقت ظالمین ہماری کوٹھری میں داخل ہوتے تھے تو ان کی آنکھوں میں ذرہ برابر بھی رحم ومروت نہیں دکھائی دیتی تھی اور آپ انہیں ایک فطری ظالم کا نام دے سکتے تھے اگرچہ فطری ظالم نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہوتی ہے کیونکہ ان لوگوں کے ساتھ کچھ دنوں تک اٹھنے بیٹھنے اور انسانی اصول کے بارے میں بحث وگفتگو کے بعد ان ظالموں میں ان کے ضمیر ووجدان کی جھلک بالکل اس طرح دکھائی دینے لگی جیسے کنویں کی گہرائی میں پانی کی چمک صاف ظاہر ہونے لگتی ہے یعنی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایک انسان شائستہ زندگی کی خوراک سے کس طرح لطف اندوز ہوتا ہے اور اس سے اس کے ضمیر ووجدان کا ثبات بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ اخلاق کے اعلیٰ اصول ہمیشہ سے موجود رہے ہیں مثلاً جب یہ کہتے ہیں کہ علم بایولوجی کی غیر معمولی ترقی کے باوجود کرومانیون نے چالیس ہزار سال یا چار لاکھ سال سے کوئی تبدیلی نہیں اختیار کی ہے تو ہم اپنے اس بیان سے مذکورہ بالا خیال کی تائید کریں گے کہ صدیاں گزرتی رہیں لیکن اخلاقی اصول میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ مجموعی اعتبار سے زندگی کے قوانین وہی سابقہ قوانین ہیں لیکن جو چیز تبدیل ہوتی ہے وہ ظاہری تبدیلی ہے۔ اسلامی محور پر قائم زندگی ثابت الٰہی احکام کی حامل ہے جسمیں کسی تبدیلی کا کوئی امکان نہیں ہے البتہ یہ اس کے مصادیق ہیں جن میں جزیاتی تبدیلی ممکن ہے یعنی زمانہ کے لحاظ سے وقت کے تقاضہ کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ثابت احکام کے جزئیات میں تبدیلی ہو جاتی ہے مثلاً حصیر پر بیٹھنے کے بجائے کرسی پر بیٹھنا۔ (باقی آئندہ)

علامہ محمد تقی جعفری کی تالیفات وتحقیقات

۱- امر بین الامرین فی الجبر والتفویض۔ انتشارات حیدریہ، نجف ۱۳۷۱ھ ق۔

۲- الرضاع، انتشارات حیدریہ، نجف ۱۳۷۳ھ ق۔

۳- تعاون الدین والعلم۔ ناشر: مرحوم آقای حاج سید علی خلیلی، تہران، ۱۳۷۸ھ ق۔

۴-ارتباط انسان وجہان ۔ در ۳ جلد، انتشارات دار الکتب اسلامیہ، تہران ۱۳۴۷ھ ش۔

۵-وجدان۔ انتشارات اسلامی، تہران ۱۳۴۲ھ ش۔ چاپ دوم ۱۳۷۶ھ ش۔

۶-توضیح وبررسی مصاحبہ بر تراند راسل (برتراند رسل)-وایت، کتابخانہ مرتضوی، تہران ۱۳۴۲ھ ش

۷-جبر واختیار۔ شرکت انتشار، تہران ۱۳۴۴ھ ش

۸-آفرینش انسان۔ شرکت انتشار، تہران ۱۳۴۴ھ ش۔

۹-علم در خدمت انسان۔ شرکت انتشارات، تہران ۱۳۴۴ھ ش۔

۱۰-طبیعت وماوراء الطبیعت۔ شرکت انتشارات۔ تہران ۱۳۴۴ھ ش۔

۱۱-اخلاق ومذہب۔ شرکت انتشارات، تہران ۱۳۴۴ھ ش۔

۱۲-رابطہ علم وحقیقت ۔انتشارات سروش، تبریز ۱۳۴۵ھ ش۔

۱۳-نیایش حسینؑ در عرفات۔ انتشارات شمس تہران ۱۳۴۷ھ ش۔ چاپ دوم ۱۳۷۶ھ ش۔

۱۴-منابع فقہ، شرکت انتشار، تہران ۱۳۴۹ھ ش۔

۱۵-انسان در افق قرآن۔ انتشارات جہان اسلام اصفہان ۱۳۴۹ھ ش۔

۱۶-نقد وبررسی برگزیدہ افکار راسل ۔ترجمہ دکتر عبدالرحیم گواہی۔ شرکت انتشار، تہران ۱۳۵۰ھ ش۔ چاپ سوم ۱۳۷۰ھ ش۔

۱۷-ایدہ آل زندگی وزندگی ایدہ آل۔ انتشارات حقیقت، تہران ۱۳۵۲ھ ش۔

۱۸-نگاہی بہ امام علیؑ ۔ انتشارات نور، تہران ۱۳۵۳ھ ش۔

۱۹-تفسیر نقد وتحلیل مثنوی۔ در ۱۵ مجلد۔ انتشارات اسلامی، تہران ۵۷-۱۳۵۷ھ ش۔

۲۰-مجموعہ مقالات۔ انتشارات فجر، تہران ۱۳۵۷ھ ش۔

۲۱-حرکت وتحول از دیدگاہ قرآن۔ انتشارات قلم، تہران ۱۳۵۷ھ ش۔

۲۲-مولوی وجہان بینی ھا۔ انتشارات بعثت، تہران ۱۳۵۷ھ ش۔

۲۳-ترجمہ وتفسیر نہج البلاغہ در ۲۶ مجلد۔ دفتر نشر فرہنگ اسلامی، تہران ۷۵-۱۳۵۷ھ ش۔

۲۴-فلسفہ وھدف زندگی۔ انتشارات صدر، تہران ۱۳۵۹ھ ش۔

۲۵-طرحھای در انقلاب فرہنگی۔ انتشارات پیشواء، تہران ۱۳۵۹ھ ش۔

۲۶-علم از دیدگاہ اسلام۔ سازمان پژوھشھای علمی و صنعتی، تہران ۱۳۶۰ھ ش۔

۲۷-شناخت از دیدگاہ علمی واز دیدگاہ قرآن۔ دفتر نشر فرہنگ اسلامی ۱۳۶۰ھ ش۔

۲۸-حیات معقول۔ انتشارات سیمای نور، تہران ۱۳۶۰ھ ش۔

۲۹-شناخت انسان در تصعید حیات تکاملی۔ انتشارات امیر کبیر، تہران ۱۳۶۲ھ ش۔

۳۰-از دریا بہ دریا (کشف الابیات مثنوی)۔ در ۴ مجلد ۔انتشارات وزارت ارشاد، تہران ۱۳۶۴ھ ش۔

۳۱-فلسفہ زیبائی وہنر از دیدگاہ اسلام ۔انتشارات وزارت ارشاد، تہران ۱۳۶۴ھ ش ۔چاپ سوم ۱۳۷۵ھ ش۔

۳۲-تحلیل شخصیت خیام۔ انتشارات کیہان، تہران ۱۳۶۸ھ ش۔

۳۳-علم ودین در حیات معقول۔ کانون علم ودین۔ تہران۔ ۱۳۶۹ھ ش۔

۳۴-کیفر سرقت در اسلام ۔انتشارات اسلامی، تہران ۱۳۶۹ھ ش۔

۳۵-حکمت اصول سیاسی در اسلام۔ بنیاد نہج البلاغہ، تہران۔ ۱۳۶۹ھ ش۔

۳۶-حکمت، عرفان واخلاق در شعر نظامی۔ انتشارات کیہان، تہران ۱۳۷۰ھ ش۔

۳۷-اعلامیہ جہان حقوق بشر از دیدگاہ اسلام وغرب۔ انتشارات دفتر خدمات حقوقی بین المللی، تہران ۱۳۷۰ھ ش۔

۳۸-بقاء در قرن بیست ویکم (نقد وبررسی بیانیہ ونکوور)۔ کمیسیون ملی یونسکو، تہران ۱۳۷۱ھ ش۔

۳۹-سرگذشت اندیشہ ھا، تالیف الفرد نورث وایتھد، ترجمہ دکتر عبدالرحیم گواہی، بررسی ونقد از استاد جعفری ۷۱-۱۳۷۰ھ ش۔

۴۰-تحقیقی در فلسفہ علم۔ انتشارات علمی دانشگاہ صنعتی شریف، تہران ۱۳۷۲ھ ش۔

۴۱-تکاپوی اندیشہ ھا (مجموعہ مصاحبہ ھای استاد)۔ در ۲ مجلد ۔بہ کوشش علی رافعی، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، تہران ۱۳۷۳ھ ش۔

۴۲-عرفان اسلامی ۔انتشارات علمی دانشگاہ صنعتی شریف تہران، ۱۳۷۳ھ ش۔

۴۳-فرہنگ پیرو، فرہنگ پیشرو۔ انتشارات علمی و فرہنگی، تہران ۱۳۷۳ھ ش۔

۴۴-بررسی ونقد نظریات ھیوم در چہار مسئلہ فلسفی۔ دانشگاہ علم وصنعت۔ تہران۔ ۱۳۷۴ھ ش۔

۴۵-فلسفہ دین۔ در ۲ مجلد۔ پژوھشگاہ فرہنگ واندیشہ اسلامی، تہران ۱۳۷۵ھ ش۔

۴۶-عوامل جذابیت سخنان مولوی۔ دانشگاہ تبریز، تہران ۱۳۷۶ھ ش۔

دنیائے اسلام کے حافظوں، قاریوں اور مفسروں کے درمیان

تہران میں بین الاقوامی مقابلۂ قرآن

کا پندرھواں دور

۱۶؍نومبر ۹۸ء بروز دوشنبہ

سالہائے گزشتہ کی طرح امسال بھی تہران میں دنیا کے نامور حافظوں، قاریوں اور مفسروں کے درمیان ایک بین الاقوامی مقابلۂ قرأت قرآن کا اہتمام کیا گیا جس میں بیرونی ممالک کے فنکاروں کے علاوہ ایران کی مایۂ ناز سیاسی اور ثقافتی شخصیتوں نے بھی بھرپور حصہ لیا۔ اس پروگرام کا افتتاحیہ اجلاس اس ہال میں منعقد کیا گیا جہاں کچھ عرصہ قبل اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس ہوئی تھی اور مقابلۂ حفظ وقرأت قرآن کریم کے اس اجلاس کا افتتاح اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر حجت الاسلام محمد خاتمی نے کیا۔

افتتاحیہ اجلاس کا آغاز مصر کے نامور قاری استاد عبدالعزیز عکاشہ نے کلام پاک کی چند آیتوں کی تلاوت سے کیا۔ اس کے بعد اوقاف اور امور خیریہ تنظیم کے سربراہ حجت الاسلام نظام زادہ نے حاضرین مجلس کا خیر مقدم کرتے ہوئے قرأت وحفظ قرآن کے موضوع پر ہونے والے اس عالمی اجتماع کے سلسلے میں ایک مختصر رپورٹ پیش کی اور اس کے بعد صدر جمہوریہ حجت الاسلام خاتمی نے افتتاحی تقریر فرمائی۔

صدر مملکت حجت الاسلام خاتمی نے اپنی تقریر کے ابتدائی مرحلہ میں یوم بعثت اور قلب پیغمبر اکرمؐ پر قرآنی آیات کے نزول کی سالگرہ کے موقع پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے اس پروگرام کے منتظمین کا شکریہ بھی ادا کیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی تقریر میں علم قرأت قرآن حاصل کرنے پر تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے ائمہ معصومینؑ نے بھی قرأت قرآن کریم میں مہارت حاصل کرنے پر زور دیا ہے، جس کی تین اہم دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ قرأت وتلاوت کی وجہ سے اس آسمانی کتاب کی آیتوں کو ہمہ گیری اور غیر معمولی عمومیت حاصل ہوتی ہے اور اس کو کسی مخصوص گروہ وجماعت کے دائرہ میں محدود نہیں رکھا جاسکتا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ قرأت قرآن درحقیقت قرآن کے بارے میں غور وفکر کے آغاز کا موقع فراہم کرتی ہے اور تیسری اہم دلیل یہ ہے کہ فن کتابت اور نشرواشاعت کی ایجاد سے پہلے عوام الناس کے ذریعہ حفظ وقرأت قرآن کریم ہی وہ اہم وسیلہ تھا جس کی وجہ سے دشمنان خدا اس مقدس آسمانی کتاب میں کسی قسم کی تحریف وپھیر بدل نہیں کرسکے۔

اپنی افتتاحی تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے صدر جمہوریہ محترم حجت الاسلام خاتمی نے قرآن کریم کے مختلف ہدایتی پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان ایک صاحب ارادہ مخلوق ہے، وہ اپنی مرضی کے مطابق کام انجام دے سکتا ہے اور جو کام نہ کرنا چاہے، اسے نہ کرنے کے لئے وہ پوری طرح آزاد ہے۔ حقیقی اور واقعی زندگی وہ ہے جس میں انسانی عقل وارادہ کی ترقی کے مواقع حاصل ہوں اور قرآن انسان کو بہتر اور بافضیلت تر زندگی کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

حجت الاسلام والمسلمین خاتمی نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کتاب ہدایت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن کریم انسان کو روحانی زندگی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور خود قرآن کریم ایسی واضح دلیل ہے جو ہر قسم کے تزلزل کا کام تمام کردیتی ہے۔ قرآن مجید نے فقط عقلی اور فلسفیانہ دلیلوں کی حد تک اکتفا نہیں کی بلکہ یہ کتاب تو بنی نوع انسان کو آفاق وانفس کے سیر کی سفارش کرتی ہے۔

حجت الاسلام خاتمی نے فروغ عقل، ادب، حسن اخلاق اور رحمت کو قرآن مجید کی خصوصیات کا اہم جز قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم کی ۱۱۴ میں ۱۱۳ سورتیں خداوند رحمان ورحیم کے نام سے شروع ہوتی ہیں جس سے خداوند عالم کی رحمت کی تجلی محسوس کی جاسکتی ہے۔

انہوں نے مزید فرمایا کہ قرآنی نقطۂ نگاہ سے ہدایت کا مفہوم و مطلب ہے کسی قسم کی زور زبردستی کے بغیر انسان کو حقیقت کی راہ دکھانا اور تمام مراحل کا محور و مرکز انسان ہے۔

انہوں نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ بدقسمتی اور افسوس کی بات ہے کہ کج فہمی اور کوتاہ بینی کی وجہ سے انسان کو محور و مرکز قرار دینے کے بجائے خداوند عالم کو محور و مرکز بنا کر پیش کیا ہے جبکہ جو مذہب انسان کو فراموش کردے اس کی نابودی یقینی ہے۔

اپنی افتتاحی تقریر کے آخری حصہ میں حجت الاسلام خاتمی نے فرمایا کہ آج ہم لوگوں کو دنیا اور انسان کی بھرپور شناخت کر لینی چاہئے اور قرآنی نقطۂ نظر سے کائنات کا مشاہدہ کرنا چاہئے تاکہ ہم نئے تمدن کی تعمیر کر سکیں۔ اسلام نجات و آزادی کا منادی و علمبردار ہے اور یہ دنیا کو ترک کردینے کی تلقین ہرگز نہیں کرتا ہے۔ قرآن جو کچھ کہتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ دنیا کو اہمیت اور سنجیدگی کی نظر سے دیکھے لیکن ایسا نہ ہو کہ وہ دنیا کو اپنا ہدف و مقصد سمجھ بیٹھے۔

سردست یہ تذکرہ لازمی معلوم ہوتا ہے کہ حفظ و قرأت قرآن کریم کا یہ عالمی مقابلہ ایک ہفتہ جاری رہا جس میں دنیائے اسلام سے آئے ہوئے ۶۳ ماہرین فن نے شرکت کی اور داورین کی جماعت میں لیبیا، لبنان، شام، ترکی اور ایران کے ۹ اعلام و دانشور شامل تھے۔

اس ہفت روزہ بین الاقوامی مقابلۂ قرآن کا اختتامی اجلاس ۲۲ نومبر ۱۹۹۸ء کو منعقد ہوا جس میں اسلامی انقلاب کے قائد عظیم الشان آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کی موجودگی میں مستحق افراد کو انعام و اکرام سے نوازا گیا اور اس کے بعد آیت اللہ خامنہ ای نے اختتامیہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ ملت ایران کی موجودہ عزت و سربلندی کا راز یہ ہے کہ قرآن کریم کے احکام کی سخت پیرو ہے۔ انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آج ہماری قوم قرآن مجید کی برکت سے اپنے تمام داخلی و خارجی معاملات مثلاً داخلی مسائل اور خارجی سیاست کے سلسلے میں مداخلہ گر استکباری عناصر کی رائے کو ذرہ برابر بھی اہمیت و توجہ کی نگاہ سے نہیں دیکھتی بلکہ ان کے مدمقابل اپنے موقف پر پوری طرح اٹل اور ثابت قدم ہے۔

رہبر معظم نے قرآنی عطر سے معطر ماحول میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ آج دنیائے انسانیت کو قرآن کے شفابخش نسخہ کی زیادہ ضرورت ہے اور مسلمانوں کے خسارہ و نقصان کا باعث یہ ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہیں۔ اس وضاحت کے بعد انہوں نے فرمایا کہ "آج انسانی معاشرے زبردست مادی ترقیوں کے باوجود انبیاء علیہم السلام کے نجات بخش احکام سے دوری و علیحدگی کی وجہ سے گوناگوں مصائب و مشکلات، جنگ و قتل عام اور مختلف النوع تباہیوں اور بربادیوں کا شکار ہیں۔

حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای نے عالمی معاملات، حکومتوں اور قوموں کے مسائل و معاملات میں مستکبروں بالخصوص امریکہ کی غیر قانونی مداخلت اور غنڈہ گردی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ملت ایران نے قرآنی تعلیمات کی پیروی اور دین مبین اسلام کی برکتوں کی وجہ سے استکباری طاقتوں کی اطاعت و پیروی سے نجات حاصل کر لی اور یہ اسلام و قرآن کی برکت کا ہی نتیجہ ہے کہ آج صدر جمہوریہ، دیگر وزراء اور ایران کے دوسرے اعلیٰ افسران و ذمہ داران ایرانی عوام کے ساتھ اور ان کی خدمت میں سرگرم ہیں اور خود کو خداوند عالم کا خاکسار بندہ سمجھتے ہیں۔

رہبر معظم عالی قدر انقلاب اسلامی آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے اپنی مختصر مگر جامع تقریر کے دوران فرمایا کہ قرآنی تعلیمات سے آشنائی کی راہ میں پہلا قدم قرآن کریم کی تلاوت ہے۔ اس کے بعد آیات قرآنی کو سمجھنے اور اس پر غور و فکر کرنے کی منزل آتی ہے اور یہ غور و فکر انسان کو قرآن کا عاشق و گرویدہ بنا دیتی ہے۔

انہوں نے اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا کہ آج ہمارے نوجوانوں میں قرآنی تعلیمات سے گہرا لگاؤ پایا جاتا ہے اور ہمارے ملک میں استقبال قرآن میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے قرآن کی اور زیادہ ترویج و اشاعت کے سلسلے میں فرمایا کہ معاشروں میں قرآن کی زیادہ سے زیادہ ترویج کے لئے یہ لازمی ہے کہ قرآن کے ماہرین اور عاشقین کا احترام اور ان کی بھرپور قدردانی و حوصلہ افزائی کی جائے۔"

اختتامیہ مراسم کے آخری مرحلہ میں اس بین الاقوامی مقابلہ قرآن کے دوران مختلف

شعبوں میں نمایاں اور امتیازی حیثیت حاصل کرنے والے لوگوں کو رہبر معظم آیت اللہ سید علی خامنہ ای کی موجودگی میں انعامات سے نوازا گیا جس کی فہرست درج ذیل ہے:

نفر اول: محمد جواد نعمت الٰہی، از اسلامی جمہوریہ ایران

انعامات: ایک جلد قرآن کریم، سپاس و اعزازنامہ اور ۵۰ طلائی بہار آزادی سکے۔

نفر دوم: مصطفیٰ حنفی محمد القصاص، از مملکت جمہوری مصر۔

انعامات:

ایک جلد قرآن، اعزازنامہ اور ۳۵ طلائی بہار آزادی سکے۔

نفر سوم: عبدالرحمن احمد الخشاش، از کویت۔

انعامات: ایک جلد قرآن مجید، اعزازنامہ اور ۲۵ طلائی بہار آزادی سکے۔

ب: شعبہ حفظ ۲۰ جز قرآن کریم باتسلسل

نفر اول: محمد خورشید عبدالواحد از مملکت پاکستان۔

انعامات: ایک جلد قرآن مجید، اعزازنامہ اور ۴۰ طلائی بہار آزادی سکے۔

نفر دوم: محروس علی محمد فرج، از مصر

ایک جلد قرآن مجید، اعزازنامہ اور ۲۵ طلائی بہار آزادی سکے۔

نفر سوم: محمد حسینی فرہمند۔ از: جمہوری اسلامی ایران۔

انعامات: ایک جلد قرآن مجید، اعزازنامہ اور ۲۰ طلائی بہار آزادی سکے۔

ج: شعبہ قرآت قرآن کریم

نفر اول: مہدی صیاف زادہ۔ از: جمہوری اسلامی ایران۔

انعامات: ایک جلد قرآن مجید، اعزازنامہ اور ۴۵ طلائی بہار آزادی سکے۔

نفر دوم: احمد سید دویدار، از: امریکہ۔

انعامات: ایک جلد قرآن مجید، اعزازنامہ اور ۳۰ طلائی بہار آزادی سکے۔

نفر سوم: محمد معروف محمد ناجی قوانوح۔ از: لبنان۔

انعامات: ایک جلد قرآن مجید، اعزازنامہ اور ۲۰ طلائی بہار آزادی سکے۔

مقابلہ میں امتیازی مقام حاصل کرنے والے مذکورہ بالا ماہرین علوم قرآن کو رہبر معظم آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کی موجودگی میں وزیر فرہنگ و ارشاد اسلامی ڈاکٹر مہاجرانی اور نمائندہ ولی فقیہ و سرپرست تنظیم اوقاف و امور خیریہ حجت الاسلام نظام زادہ نے انعامات عطا کئے۔

☆☆☆

اقوام متحدہ کے عام اجلاس میں صدر جمہوریہ اسلامی ایران کی تجویز منظور:

۲۱ویں صدی کا پہلا سال عالمی تہذیبوں اور تمدنوں کے درمیان مذاکرہ و گفتگو کا سال

اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر محترم حجت الاسلام سید محمد خاتمی نے تنظیم اقوام متحدہ کے حالیہ اجلاس میں یہ تجویز رکھی کہ ۲۱ویں صدی کے پہلے سال یعنی ۲۰۰۱ء کو عالمی تمدنوں کے درمیان مذاکرہ و گفتگو کا سال قرار دیا جائے۔ مختصر بحث و مباحثہ کے بعد اس عام اجلاس میں شریک ممبر ممالک نے صدر خاتمی کی اس تجویز کو متفقہ طور پر منظور کر لیا۔

ستمبر ۱۹۹۸ء میں منعقد ہونے والے اقوام متحدہ کے عام اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ عالمی سطح پر انصاف اور آزادی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پہلے قدم کے طور پر ۲۰۰۱ء کو اقوام متحدہ کی جانب سے "تمدنوں کے درمیان گفتگو کا سال" قرار دیا جانا چاہئے۔ اس اہم تجویز کے فوراً بعد اسلامی جمہوریہ ایران کی جانب سے ایک قرارداد پیش کی گئی جس کی اٹلی، یونان مصر اور ہندستان نامی ممبر ملکوں نے بھرپور حمایت کی۔ اقوام متحدہ میں اسلامی جمہوریہ ایران کی نمائندگی کرنے والے وفد نے اپنی کوشش جاری رکھی جس کے نتیجے میں اقوام متحدہ عام اجلاس کی عمومی کمیٹی نے ۳۰ر ستمبر ۱۹۹۸ء یہ تسلیم کر لیا کہ اس تجویز کو دفعہ نمبر ۱۹۸ کی حیثیت سے اقوام متحدہ اجلاس کے دوران منظور کئے جانے والے دستور کار میں شامل کر لیا جائے اور

آخر کار ۸ر اکتوبر ۱۹۹۸ء کو اقوام متحدہ کے عام اجلاس میں اس تجویز کو متفقہ طور پر پاس کر دیا گیا۔

اقوام متحدہ میں ایران کے دائمی نمائندہ جناب نژاد حسینیان نے اس سلسلے میں وضاحت پیش کرتے ہوئے بتایا کہ اقوام متحدہ میں صدر جمہوریہ خاتمی کی یہ تجویز محکم سیاسی اور ثقافتی پشتوانہ کی حامل تھی اور متفقہ طور پر اس تجویز کی منظوری سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ بعض خارجی وسائل ابلاغ عامہ کے ایران مخالف اور بے بنیاد الزامات کے برعکس اسلامی جمہوری ایران صلح کا علمبردار اور گفتگو و تعاون نیز بنی نوع انسان کے بنیادی حقوق کے احترام کے ذریعہ اقوام عالم کے درمیان دوستانہ روابط کے فروغ کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

اسلامی جمہوریہ ایران کے نائب وزیر خارجہ نے اقوام متحدہ عام اجلاس میں یہ اعلان کیا کہ "تمدنوں کے درمیان گفتگو کے سلسلے میں یہ تسلیم کرنا لازمی ہے کہ دنیا مختلف النوع تمدنوں کی حامل ہے اور کسی ایک فرہنگ و ثقافت کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ صدر، جمہوریٔ اسلامی ایران کا یہ ابتکارانہ اقدام دنیا کی مختلف قوموں کے درمیان مختلف شعبوں میں باہمی اور تعمیری تعاون کو فروغ دینے میں بہت مدد و معاون ہے اور اس تجویز کا محور و مرکزی پہلو یہ ہے کہ مختلف النوع انسانی تمدنوں کا وجود ہمیشہ سے ترقی و سربلندی کا باعث رہا ہے اور اس کو اختلاف و تفرقہ کا سبب قرار دینا درست نہیں ہے۔

☆☆☆

نہج البلاغہ سمینار

اور دسواں امام خمینیؒ اسٹیٹ ایجوکیشنل ایوارڈ فنکشن

مسٹر عباس موسوی کی گزارش کے مطابق: امام ضامن علیہ السلام تعلیمی وقف کی جانب سے دسواں امام خمینیؒ اسٹیٹ ایجوکیشنل ایوارڈ فنکشن اور محفل نہج البلاغہ کا ۱۳ر دسمبر

۱۹۹۸ انعقاد عمل میں آیا۔ اس محفل کی صدارت جناب زاہد علی خاں صاحب (ایڈیٹر سیاست) نے فرمائی، مہمان خصوصی حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا آقا شیخ حسن اختری مدظلہ العالی تھے۔ خطبہ استقبالیہ جناب عباس موسوی (صدر امام ضامن تعلیمی وقف) نے دیا اور افتتاح محترم ڈاکٹر محمد رضا باقری (کلچرل کاؤنسلر ایران، دہلی) نے فرمایا۔ مسٹر ٹونی باروڈ (لندن کے صحیفہ سجادیہ کے اسکالر)، جناب علمدار حسین سجاد آقا (صدر نشین، چار مینار بنک) حجۃ الاسلام مولانا سید رضا آقا قبلہ، مولانا ابی تمیم بھائی صاحب (عامل فرقہ بوہیر) جناب کے۔ایم۔خان صاحب (رکن پارلیمنٹ) نے مخاطب فرمایا۔ جناب زاہد علی خان نے صدارتی تقریر کی حجۃ الاسلام والمسلمین آقای اختری نے اپنے خصوصی خطاب میں عالمانہ رنگ میں نہج البلاغہ پر جامع خطاب فرمایا اور ساتویں جماعت کی طالبہ مس عذرا سلطانہ، دسویں جماعت کے طالب علم سید محمد رضا، انٹر کی طالبہ زہرا مہدی، گریجویشن کی طالبہ فاطمہ فلاح، پوسٹ گریجویشن کی طالبہ مبین فاطمہ، میڈیسن کے طالب علم سید اصغر حسین نقوی، انجینئرنگ کے طالب علم سید علی مصطفےٰ اور امام ضامن علیہ السلام تعلیمی وقف جونیر کالج کی طالبہ مس عرشیہ بیگم کو اسٹیٹ کے تمام شیعہ طلباء و طالبات میں زیادہ نمبرات کے حصول پر گولڈ میڈل چار مینار کا مومنٹو اور ایوارڈ عطا

فرمائے۔ اس موقع پر مسٹر عباس موسوی نے حجۃ الاسلام آقا اختری قبلہ کی گلپوشی کی اور انہیں نہج البلاغہ ڈائری اور چارمینار کا مومنٹو پیش کیا۔ تعلیمی وقف کے دیگر عہدیداروں نے تمام مہمانوں کی گلپوشی کی اور نہج البلاغہ ڈائری پیش کی۔ آخر میں ۲۰۵ شیعہ طلباء وطالبات کو جنہوں نے ساٹھ فیصد سے زائد نمبرات متذکرہ امتحانوں میں حاصل کئے تھے انہیں سلور میڈل اور سرٹیفکیٹ قونصل جنرل ایران (متعینہ حیدر آباد) محترم آقا علی رضا ایروش، محترم ڈاکٹر محمد رضا باقری (کلچرل کاؤنسلر)، جناب علمدار حسین سجاد آقا، حجۃ الاسلام مولانا سید رضا آقا قبلہ، ڈاکٹر خواجہ پیری، حجۃ الاسلام آقا حسن فتح اللہ پور، حجۃ الاسلام آقا احدی اور جناب زاہد علی خاں ایڈیٹر سیاست نے عطا فرمائے۔ اس محفل کی ابتدا ہی سے بلا لحاظ مذہب وملت، علماء کرام اسکالرس، طلبا، طالبات وخواتین سے آڈیٹوریم پُر ہو چکا تھا اور تمام شرکاء کو نہج البلاغہ ڈائری بطور تحفہ دی گئی۔ یہ محفل ساڑے تین گھنٹے جاری رہی لیکن شرکاء نے انتہائی سکون اور والہانہ انداز میں تقاریر سے استفادہ کیا۔ گورنر مغربی بنگال محترم اے۔ آر۔ قدوائی اور گورنر ٹاملناڈو جسٹس محترمہ فاطمہ بی بی نے اس محفل کی کامیابی کے لئے اپنی نیک تمنائیں اور مبارکبادی کے پیام روانہ فرمائے تھے۔ ابتدا میں مسٹر عباس موسوی نے امام ضامن تعلیمی وقف کی کارکردگی پر بھی روشنی ڈالی۔

☆☆☆☆

آپ کا صفحہ

محترم قارئین نے لکھا:

مکرمی۔ السلام علیکم

راہ اسلام کے مضامین خبریں کتابت وطباعت غرض کہ ہر چیز نہایت عمدہ ونفیس ہے۔ کچھ مضامین انگریزی میں بھی ہیں جنہیں غیر مسلم حضرات بھی پڑھ کر سمجھ سکتے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس میں منقبت، نعت، نوحے اور سلام زیادہ سے زیادہ شائع کیا کریں نیز رسالہ جاری رکھیں۔

ایم۔ آئی۔ انصاری (ایڈوکیٹ)
کاشانہ حیدری۔ بھنگیرا۔ ناگپور۔

☆☆☆

مکرمی۔ السلام علیکم

رسالہ "راہ اسلام" برابر ہماری نظروں سے گزرتا ہے جو ایرانی تہذیب وتمدن اور مختلف فنون وغیرہ نیز تحقیقی مضامین شائع کر کے بہت شاندار خدمات انجام دے رہا ہے اور ہماری معلومات میں اضافہ کر رہا ہے۔

اسلامیہ ایجوکیشنل آرگنائزیشن۔ شکارپور۔ (یو۔پی)

☆☆☆

مکرمی۔ السلام علیکم

راہ اسلام ایک قابل قدر مجلّہ ہے۔ اس میں عام طور پر اصلی اور معیاری مطالب تحریر ہوتے ہیں لیکن بعض یا اکثر مواقع پر مجلّہ حوالوں سے عاری ہوتا ہے۔ گذشتہ مجلّوں میں ہندی کے چند صفحات مفید ثابت ہوتے تھے لیکن متاسفانہ نامعلوم کیوں اسے انگریزی میں تبدیل کر دیا گیا جبکہ ہندی اکثر لوگ جانتے ہیں اور انگریزی ایک مخصوص طبقہ۔

تمیز حسین رضوی۔ شہید منزل۔ اترولہ (یو۔پی)

☆☆☆

مکرمی۔ السلام علیکم

راہ اسلام ہندستان کا وہ واحد رسالہ ہے جو بلا امتیاز مذہب وملت تمام ہی باشعور انسانوں کے لئے ایک پیغام عمل ہے جسے فخر کے ساتھ ہر ایک کو پڑھنے کے لئے دیا جاسکتا ہے۔

رضا سرسوی۔ سرسی۔ ضلع مراد آباد۔ (یو۔پی)

☆☆☆

مکرمی۔ السلام علیکم

روزہ افطار کے بعد جیسے پانی مل جائے، یہاں دیہی علاقہ میں ایران کے موجودہ انقلاب اور اسلام کے بارے اتنی بہتر معلومات اور کہیں سے نہیں مل پاتیں۔ بس، بالا جملہ ہی کافی ہے ہاں! اگر راہ اسلام میں ایرانی داخلی امور (پارلیمانی وعدلیہ) سے متعلق معلومات فراہم کرائیں تو مزید لطف ہو جائے گا۔

ہادی علی مختار
محلہ چودھرانہ۔ قصبہ ہنسوہ۔ ضلع فتح پور۔ (یو۔پی)

☆☆☆

مکرمی۔ السلام علیکم

ا۔ الحمد للہ! راہ اسلام بین الاقوامی سطح کا معیاری اردو زبان میں مذہبی، ادبی، سیاسی، ثقافتی، رسالہ ہے ۲۔ یہ رسالہ اقوام عالم کے لئے

رشد و ہدایت کا ایک زینہ ہے۔ جس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں درس اتحاد دیا جاتا ہے۔
۳۔ رسالے میں اہمیت والی بات یہ ہے کہ اس میں اہل بیتؑ کے اقوال و ہدایات کی روشنی میں انسان کو انسانیت اور تقویٰ و پرہیزگاری کا بھی درس دیا جاتا ہے۔ ۴۔ فی الزمانہ دنیا کو محبت، اخوت اور تقویٰ و پرہیزگاری کی تعلیم کی سخت ضرورت ہے، راہ اسلام اپنے قاریوں کو اسی کا درس دے رہا ہے، یہی حق ہے۔

سید عبدالستار قادری

نائب صدر۔ ورلڈ اسلامک مشن آف انڈیا۔
محبوبیہ کالونی۔ سند ہنور۔ ضلع رائچور۔ (کرناٹک

آپ کے سوالات
آپ کے جوابات

یہ "آپ کا صفحہ" ہے۔ اس پر ہم آپ کے مراسلات اور آپ بھی قارئین کے جوابات شائع کرتے ہیں۔ آپ بھی اپنی طرف سے کوئی اہم سوال پیش کرسکتے ہیں۔

سوال۔ ۱

امام خمینیؒ نے یہ کس بنیاد پر کہہ دیا تھا کہ انشاء اللہ آنے والی صدی میں مسلمان صاحب اقتدار بن جائیں گے؟

(صفدر حسین جعفری۔ سرسی۔ ضلع مراد آباد)

جواب

امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے ایرانی انقلاب و عوام کے جذبۂ ایمانی نیز اپنی روحانی طاقت کی بنیاد پر فرمایا تھا کہ انشاء اللہ آنے والی صدی میں مسلمان صاحب اقتدار بن جائیں گے۔

(سید زاہد حسین زیدی۔ گوولی سادات۔)

سوال۔ ۲

خانہ کعبہ حضرت آدمؑ نے تعمیر کیا تھا یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے؟

(منور حسین۔ دہلی)

جواب

خانہ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ جس کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیات قرآن ملاحظہ ہوں:

ترجمہ: اور (وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ابراہیم و اسمٰعیل خانہ کعبہ کی بنیادیں بلند کر رہے تھے اور دعا مانگتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری یہ خدمت قبول کر، بے شک تو ہی دعا کا سننے والا اور دعا کا جاننے والا ہے۔

(سورہ البقرہ آیت ۱۲۷)

اور (اے رسولؐ! وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے ابراہیم کے واسطے خانہ کعبہ کی جگہ ظاہر کردی اور ان سے کہا کہ میرا کسی چیز کو شریک نہ بنانا اور میرے گھر کو طواف اور قیام اور رکوع و سجود کرنیوالوں کے واسطے صاف ستھرا رکھنا۔ (سورہ الحج۔ آیت ۲۶)

(سید زاہد حسین زیدی۔ گوولی سادات۔ ضلع بجنور (یو۔پی)

سوال۔ ۳

قرآن کریم کی روشنی میں "ذوالقرنین" وقت کا پیغمبر تھا یا کوئی بادشاہ؟

(محمد یوسف گلکار۔ حمید پورہ۔ کشمیر)

جواب

۱۔ انکا نام عیاش یا عبداللہ تھا اور ضحاک کے بیٹے تھے، انہیں سکندر بھی کہتے ہیں۔ یہ روم کے شہنشاہ تھے۔ اس میں اختلاف ہے کہ پیغمبر بھی تھے یا نہیں لیکن ان کے مقرب بارگاہ خداوندی ہونے میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے ایک بار ظاہر ہوکر اپنی قوم کی ہدایت کی مگر قوم کے بعض شریروں نے آپ کے سر پر داہنی طرف ایسا سخت وار کیا کہ آپ شہید ہوگئے اور پانچسو برس تک مردہ رہے۔ پھر خدا نے زندہ کیا اور پھر ہدایت میں مشغول ہوگئے اور اب کی دفعہ بائیں طرف ضرب لگی اور پھر پانچ سوں برس مردہ رہے اور پھر زندہ ہو کے آئے اور دونوں زخموں کی جگہ گڑھے اور سینگوں کے مشابہ نشان ہوگئے تھے اور مشرق و مغرب عالم کے بادشاہ ہوگئے اور ان کے دو فرزند ہوئے۔ ان وجوہ سے آپ کا نام ذوالقرنین پڑا۔

(قرآن شریف کی روشنی میں
پارہ ۱۶ آیات ۸۳ سے سکندر ذوالقرنین کا قصہ)

(سید افضال مہدی۔ زیدی نگر۔ میرٹھ)

۲۔ آپ کا نام عیاش یا عبداللہ تھا اور ضحاک کے بیٹے تھے ان کو سکندر بھی کہتے ہیں یہ روم کے شہنشاہ تھے۔ اس میں اختلاف ہے کہ پیغمبر بھی تھے

یا نہیں۔ لیکن ان کے مقرب بارگاہ خداوندی ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا ہے۔

(سید زاہد حسین زیدی۔ گوولی سادات۔ بجنور)

سوال ۴۔

قرآن وحدیث واسلامی تاریخ کی روشنی میں یا پس منظر میں "ثقلین" کن عظیم شخصیتوں کی طرف اشارہ ہے یا بطور پیار محبت، عزت واحترام کن سے منسوب ہے؟

(محمد یوسف گلکار۔ حمید پورہ۔ کشمیر)

جواب

۱۔ پنجتن پاک علیہم السلام۔

(سید زاہد حسین زیدی، گوولی سادات)

۲۔ ثقلین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی طرف اشارہ ہے اور ان ہی سے منسوب ہے۔

(سید افضال مہدی۔ زیدی نگر۔ شہر میرٹھ)

سوال برائے آئندہ

۱۔ اولی الامر سے مراد کون ہیں؟

(سید زاہد حسین زیدی، گوولی سادات)

۲۔ سفیانی کا ظہور و خروج کہاں ہوگا؟ بعد خروج وہ کون سے امور انجام دے گا؟

(رفعت علی زیدی۔ دہلی)

اہم خبریں

جشن عباسؑ

سالہائے گذشتہ کی طرح امسال بھی کیرانہ کے ساقی ہال میں ۴ر شعبان المعظم کی شب میں، بعد نماز عشاء بمناسبت ولادت باسعادت حضرت عباسؑ ایک بزم مقاصدہ کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں مقامی وبیرونی شعراء ومقررین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور منظوم کلام پیش کئے۔ محفل کی صدارت حسنین زیدی ونظامت وصی حیدر ساقی نے کی۔ حسنین زیدی، جاوید رضا، زوار حسین، جرار حسین، باقر رضا، علی عباس، شاہ نواز اور وصی حیدر ساقی کو سامعین کرام نے سنا۔ محفل دیر رات تک چلتی رہی۔ مولانا امیر حیدر عابدی منگلوری کی تقریر، محفل اختتام پذیر ہوئی۔

جشن نور

ہر سال کی طرح امسال بھی حوزہ علمیہ امام خمینیؒ کے اساتذہ وطلاب کی طرف سے حضرت قائم آل محمد (عج) کی ولادت باسعادت کی مناسبت سے ایک نہایت ہی پر نور جشن منایا گیا۔ جس میں مقامی شعراء کرام نے بہترین قصائد پیش کئے۔ حوزہ علمیہ کی عمارت کو برقی قمقموں سے بقعہ نور بنادیا گیا تھا۔ مسجد فاطمہ زہراؑ کو طلاب حوزہ نے بڑی دلچسپی سے ایسا سجایا تھا کہ سجاوٹ دیکھنے ہی لائق تھی۔

محفل کا پروگرام تلاوت کلام پاک سے شروع ہوا جس میں حوزہ کے ایک ہونہار طالبعلم زین العباس سلمہ نے قرأت کے ساتھ تلاوت کی۔ اس کے بعد حوزہ کے طلبہ نے عربی نظم کا نذرانہ بارگاہ امام عصر (عج) میں دلنشیں ترنم کے ساتھ پیش کیا۔

قصائد کا سلسلہ دو بجے شب تک چلتا رہا۔ اس کے بعد اعمال شب نیمہ شعبان مدیر حوزہ کی قیادت میں انجام پائے۔ جملہ طلاب واساتید کے علاوہ وٹوا کے مومنین نے بڑی دلچسپی لی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ اعمال شب نیمہ شعبان کے بعد نماز شب ادا کی گئی جس میں سبھی طلاب واساتذہ اور دیگر مومنین کرام بھی شامل تھے۔ نماز صبح کے بعد سبھی حضرات بارگاہ امام عصر (عج) میں عریضہ نذر کرنے کے لئے "کاکریہ تالاب" تک گئے۔ رات بھر وقفہ وقفہ سے مومنین کی طرف سے چائے نوشی کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ اور حوزہ علمیہ کی طرف سے شیرینی تقسیم کی گئی۔

ناگپور میں جشن

امام عصر (عج)

حضرت امام مہدی (عج) کی تاریخ ولادت باسعادت کی مناسبت سے ایک طرحی مقاصدہ کا انعقاد ۸/دسمبر ۱۹۹۸ء رات دس بجے، مدرسہ حسینیہ ہال میں کیا گیا جس کی صدارت ڈاکٹر کلیم یزدانی صاحب نے فرمائی۔ نظامت عابد حسین صاحب نے کی۔ بزم مقاصدہ کا آغاز تلاوت کلام ربانی سے ہوا۔ مولوی غلام حسنین باقری نے تلاوت کلام پاک کی۔ نعت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب شمشیر علی، عرفان جعفری

، حیدر علی ممتاز، آصف علی صاحبان نے پڑھی جبکہ تقریر مولوی غلام حسنین باقری نے کی، انہوں نے قرآن واحادیث رسولؐ کے حوالے سے واضح کیا کہ غیبت امام میں لوگوں کو فائدہ کس طرح پہنچ رہا ہے۔ جناب مجاہد حسین مجاہد، غلام حیدر باقر، خورشید علی خورشید، علی سرور، ڈاکٹر ذوالفقار حیدری وقار، تونگر حسین، چراغ علی چراغ، لالہ جی لہر، عابد حسین عابد، حاجی حسن ترابی، رحمت علی ہوش، ابو الحسن غازی، ظہیر عالم، اسحاق اکمل، صدر مقاصدہ ڈاکٹر کلیم یزدانی صاحبان نے طرحی کلام پیش کئے۔ سامعین کرام نے شعراء کرام کے بصیرت افروز کلام پر انہیں داد وتحسین سے خوب نوازا۔ درود و صلواۃ سے پوری محفل گونجتی رہی، مہمانان وسامعین کیلئے ضیافت کا اہتمام تھا۔ آخرش دعا پر جشن امام عصر(ع) اختتام پذیر ہوا۔ حضرت امام مہدی (ع) کے حالات پر مشتمل نمائش کا اہتمام بھی کیا گیا تھا جسے لوگوں نے بیحد پسند کیا۔

جشن امام مہدی (ع)

وصی حیدر صاحب کی اطلاع کے مطابق: سالہائے گذشتہ کی طرح امسال بھی کیرانہ کے امام بارگاہ خورد میں ۱۵ ر شعبان المعظم کی شب میں بعد نماز عشاء ایک جشن بسلسلۂ ولادت حضرت امام مہدیؑ منعقد ہوا، جس میں ادباء وشعراء حضرات نے اپنے کلام پیش کئے۔ محفل کی صدارت سید سرور حسین صاحب نے کی اور نظامت کے فرائض وصی حیدر ساقی نے انجام دیئے۔ انتظار حسین، محمد حسین کوثر، عشرت حسین، رضی حیدر، وصی حیدر ساقی، ضیا مہدی، زوار حسین، علی عباس، جرار حسین اور شاہ نواز حسین صاحبان نے اپنے کلام پیش کئے، بعدہ سید محمد زیدی نے خطاب فرمایا۔

جشن منتظر (ع)
وجلسۂ تقسیم انعامات

شکارپور۔ ۱۵ ر شعبان المعظم (۵ ر دسمبر) اسلامیہ ایجوکیشنل آرگنائزیشن کی جانب سے مدرسہ ناصر العلم میں "جشن منتظر" و "جلسہ تقسیم انعامات" کا انعقاد کیا گیا۔ جس کی صدارت حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید قاضی عسکری صاحب، مدیر مدرسہ جامعہ اہلبیتؑ، اوکھلا، نئی دہلی نے کی۔ نظامت کے فرائض جناب ڈاکٹر عوض علی صاحب نے انجام دئے۔ اس جشن وجلسے کے مہمان خصوصی حجۃ الاسلام مولانا ممتاز علی صاحب ناظم اعلیٰ مدرسہ اہل بیت باڑہ ہندوراؤ دہلی تھے۔

جشن کا آغاز حجۃ الاسلام مولانا علی عباس صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے کیا۔

حجۃ الاسلام مولانا علی حیدر غازی صاحب وحجۃ الاسلام مولانا منصور حیدر صاحب وحجۃ الاسلام مولانا علی عباس صاحب نے مختصر تقریریں کیں اور اہمیت علم پر زور دیا۔ صدر محترم نے بھی ایک مفید ومختصر تقریر کرتے ہوئے اہمیت علم پر زور دیا۔

حضرت امام عصر (عجل اللہ تعالیٰ) کی ولادت باسعادت کے موقع پر مقامی شعرائے کرام نے منظوم نذرانۂ عقیدت بارگاہ امامؑ میں پیش کیا۔

حجۃ الاسلام مولانا طالب رضا صاحب نے بھی دعا وشکریہ کے ساتھ علم کو موضوع گفتگو رکھا۔

بعد محفل اسلامیہ ایجوکیشنل آرگنائزیشن کی جانب سے جاری کردہ "تبلیغ دین انعامی مقابلہ" میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے ممبران، جن میں اول جناب سجاد حسین ومحترمہ تطہیر فاطمہ، دوم محمد آفاق وشاہ جہاں، سوم علی آفاق وشاہین زہرا کو صدر محترم حجۃ الاسلام والمسلمین سید قاضی عسکری صاحب نے اپنے دست مبارک سے انعامات تقسیم کئے۔

اس جشن وجلسہ میں مومنین شکارپور نے بھرپور شرکت کی۔ بلند شہر اور دہلی سے بھی مومنین اس جشن میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔

محفل نور

ادارہ ابو الفضل عباسؑ ماگام کی جانب سے یوم ولادت باسعادت حضرت صاحب الزمان (ع) کے سلسلے میں ۱۵ ر شعبان المعظم کو ماگام کے بازار میں مختلف جگہوں پر بینرس لگائے گئے جن پر امام زمانہؑ سے متعلق احادیث لکھی گئی تھیں۔

۱۵ ر شعبان کی شب کو ادارہ کے صدر دفتر پر چراغاں کیا گیا۔ پھر اتوار کے دن (۱۶ ر شعبان المعظم) کو اسی مناسبت سے ادارہ کے صدر دفتر

پڑھی "محفل نور" کا انعقاد کیا گیا۔

محفل کا آغاز تلاوت کلام سے ڈاکٹر غلام محمد ملک صاحب نے کیا۔ اس کے بعد صدر ادارہ نے انتظار اور اصلاح نفس" کے موضوع پر روشنی ڈالی اور حاضرین کو ادارہ کے پروگراموں میں اپنا بھرپور تعاون پیش کرنے کے لئے شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد ایک طالب علم مظفر علی نے ڈاکٹر پیام اعظمی کی ایک نظم "جب آنے والا آئے گا........" پڑھی۔ پھر جناب علی محمد میر صاحب نے "امام زمانہ۔ قرآن کی نظر میں" کے موضوع پر تقریر کی۔ آخر میں حجۃ الاسلام مولوی غلام رسول نوری صاحب نے "آثار ظہور امام اور ہماری ذمہ داریاں" موضوع پر اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی اور سامعین کو مستفید فرمایا۔ مومنین کی کثیر تعداد نے اس محفل میں شرکت فرمائی۔

جشن ولادت امام زمانؑ

غلام حسین صاحب کی اطلاع کے مطابق: ادارہ تعلیمات اسلامی کی طرف سے گانگوہ میں جشن ولادت امام زماں (ع) ۱۴ر شعبان المعظم شام کو بعد نماز مغربین امام باڑہ منگر پورہ میں پروقار طریقے سے منایا گیا۔ امام باڑہ چراغاں سے بقعہ نور بنا ہوا تھا۔

درسگاہ کے طلباء نے امام عصرؑ کی مدح میں قصیدے پڑھے اور نذرانہ عقیدت پیش کئے۔ بعد میں منتظمہ درسگاہ حسینی نے اہلبیت ٹرسٹ کے مخصوص انعامات بچوں میں تقسیم کئے۔

حجت الاسلام والمسلمین شیخ غلام رسول صاحب نے بھی اپنے زرین اور مختصر الفاظ میں شب برائت کی توضیح فرمائی۔

یوم غم

بمناسبت تاریخ وفات شریک حیات رسولؐ، مادر بتولؑ، ملیکۃ العرب، حرم امن نبیؐ، ابر رحمت مسلمین، مادر باوقار مومنین، جدہ ماجدۂ حسنینؑ، محسنۂ اسلام و مسلمین حضرت ام المومنین الصدیقہ خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد (علیہا وعلیٰ آلہا الصلوٰۃ والسلام) کے پر غم والم موقع پر اراکین آقائے خوئی میموریل سوسائٹی جعفر آباد وجلال پور امبیڈ نگر نے مجلس عزا کا انعقاد بتاریخ ۹ر رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ بمقام بڑا امام باڑہ جعفر آباد کیا۔ جسے عالی جناب مولانا نور محمد ثالثی صاحب قبلہ نے خطاب فرمایا۔

نمائندگان جمہوری اسلامی کی آمد

بحمد اللہ نوجوان نسل میں دینی جذبہ بیداری کے پیش نظر "جعفری دار المطالعہ" جلال پور۔ (فیض آباد) میں اخلاقیات کے دروس کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ جس کا افتتاح صدر العلماء آقائے مسرور حسن صاحب قبلہ نمائندہ تبلیغات اسلامی ایران کے نورانی بیان سے ہوا۔ ماہ دسمبر ۱۹۹۸ء تک درج ذیل علماء کرام نے دروس کا سلسلہ جاری رکھا۔ حجۃ الاسلام آقائے حیدر مہدی صاحب واعظ نزیل قم، حجۃ الاسلام آقائے زاہد علی صاحب صدر مجمع علمی قم، حجۃ الاسلام آقائے ناظم علی صاحب واعظ مسئول جامعہ حیدریہ خیر آباد، ضلع مئو، حجۃ الاسلام آقائے نور محمد ثالثی صاحب مدرسہ حجتیہ قم اور الحاج مولانا مہدی حسن صاحب واعظ۔

شبیہ تابوت مولائے کائناتؑ

شب ۲۱ر رمضان، بعد نماز عشاء امام بارگاہ خورد کیرانہ میں ایک مجلس عزا بسلسلہ شہادت حضرت امیر المومنینؑ کا انعقاد کیا گیا جس میں پیش خوانی وصی حیدر ساقی اور مرثیہ خوانی انتظار حسین وہمنوانے کی۔ اس کے بعد مولانا پاشہ صاحب چتوڑوی (مظفر نگر) نے سیرت حضرت علی علیہ السلام پر روشنی ڈالی۔ بعدہ شیعہ جامع مسجد سے شبیہ تابوت جلوس کی شکل میں برآمد ہو کر امام بارگاہ خورد پہونچا۔ نوحہ خوانی وسینہ زنی کے بعد جلوس اختتام پذیر ہو گیا۔

تعاون کی اپیل

غالب۔ شارب تجہیز وتکفین کمیٹی کے صدر سید فیاض امام صاحب نے اطلاع دی ہے کہ یہ کمیٹی مفلس وبے سہارا شیعہ اثناعشری حضرات کی تجہیز وتکفین کی خدمت انجام دیتی ہے۔ مخیر حضرات بغرض ثواب مندرجہ ذیل پتہ پر عطیات بھیج کر معاونت کر سکتے ہیں۔

سید فیاض امام
صدر غالب شارب تجہیز وتکفین کمیٹی
اسٹارس ہاؤس۔ نواب بہادر روڈ۔ پٹنہ۔ (بہار)

RAH-E-ISLAM

Editor, Printer, Publisher:
Mohammad Reza Bagheri

Contents

The Holy Month of *Ramazan* (*Editorial*)
RAMADAN: The month of self-purification
Give Your Child a Good Name
Year of Dialogue Among the Civilisations
Iran Condoles the Death of Allama Ja'fri
An Introduction to 'Irfan (*Part-3*)

The ***Rah-e-Islam*** monthly magazine has allocated some of its pages for English articles. The honourable readers may send their papers to us on the address given below.

Address:
The Editor, RAH-E-ISLAM
18, Tilak Marg, New Delhi-110001
Tele.: 3383232-4 Fax No.3387547

In the name of Allah, the Compassionate, the Merciful

The Holy Month of *Ramazan*

Islam, as the last Divine religion, has made all possible efforts and necessary arrangements of ways and means for the perfection of mankind. In fact, by providing ways and means the Almighty wants to keep the followers of Islam always happy and active so that they can shoulder all their individual and social responsibilities with profound knowledge and complete awakening. By attaining the supreme position of perfection and completion, the Muslims could transform themselves into a model and extra-ordinary example to be emulated by other fellow-beings.

The holy month of *Ramazan* is the month of self-construction and self-purification. By making themselves purified bodily and spiritually, the Muslims can easily understand the hidden aspects of realities and will never find any difficulty in comprehending the human reality. During the holy month of *Ramazan* the Muslims keep their materialistic desires under control and remain actively engaged in self-purification, which ultimately makes them more alert and sensitive towards their responsibilities and obligations.

The Muslims, during the holy month of *Ramazan*, by keeping themselves away from all forbidden things, perform all their obligations with the intention of being close to the Almighty. By establishing full command and control over their bodies the Muslims spiritually become more active in order to achieve real physical and spiritual peace and happiness. Therefore, we salute this holy month of *Ramazan*, which is known for its numerous qualities and capabilities. This is the month of Quran, as this holy book was revealed to the Prophet in this month and the Almighty selected this month for His compassion and mercy.

We salute the great Prophet of Islam Hazrat Mohammed Mustufa (PBUH), who while delivering his sermon, spoke of this month in these words: "This is the month, which has been regarded superior to all other months in the eyes of the Almighty. It's days and nights are superior to all other days

and nights... During this month, you should go to meet your close relations, keep your tongue away from uttering bad and abusive words, don't look at such things which have not been permitted to see and don't give ear to such voices and sounds, which are banned... Oh people! Your spirit and soul is closely associated with your acts and deeds. Therefore, you pray to God to pardon you for your sins. Oh people, you are burdened with the heavy load of sins, so make an appeal to the Almighty by prolonging your *sajda*, which may reduce the weight of sins on your back.

We salute the exalted martyr of this holy month Hazrat Ali Ibne Abu Talib (PBUH), who said, "Oh God! We observed fast in pursuance of Your order and also to win Thy happiness and satisfaction and broke the fasting with the food gifted by you. So, accept whatever I could perform, as They is the most informed and the best listener. Not only this but also after getting severe sword wounds on his head at the hand of the most cruel man Ibne Muljam Hazrat Ali Says, "I swear by God of Ka'ba, I am victorious".

We salute the most revered lady Hazrat Fatima (PBUH), who was well acquainted with the glories of the **Glorious Night** and used to keep the whole family alert and active for extending a warm welcome to the glorious night. She used to emphasise the importance of this night by saying that "deprived is the person who is deprived of the achievements of this glorious night".

We salute all other Imams and the true followers of Allah, who used to guide the people towards the right path and also to the importance of the holy month of *Ramazan* and its glorious achievements.

In brief, the holy month of *Ramazan* asks us to be well informed of the whereabouts of our Muslim brothers scattered all over the globe. The Muslims should also extend maximum possible help and assistance to other fellow Muslim brothers who are caught in inhuman and miserable conditions and prove that Muslims are one and united throughout the world.

This is really a bitter truth that the Muslims in their occupied homeland of Palestine are subjected to innumerable and worst possible inhuman crimes at the hands of the Zionist oppressors supported by the imperialist forces. Secondly, the Israeli Zionist regime is still continuing its illegitimate usurpation and occupation of Jerusalem. The inhuman killings of the innocent Palestinians require our immediate help, and we should also expose and denounce the cruel regime. The world's Muslims should strongly condemn the ghastly crimes of the Zionist regime and should raise their voice of protest at all the international platforms.

Keeping in view this urgent and important need of the Islamic world, the great and exalted leader of the Islamic Revolution, the late Imam Khomeini, used to lodge his strong protest against the Israeli regime and its masters from time to time. Besides, in order to condemn the inhuman oppressions of the Israeli Zionist regime and also to fetch support for the Palestinians from all over the globe, late Imam Khomeini declared the last Friday of *Ramazan* as the **International Quds Day** and invited the world's Muslims to mark the occasion by holding protest marches, demonstrations and also by organising huge Islamic congregations in support of their Palestinian brothers and in condemnation of the Zionist rulers, which will ultimately result in the liberation of Palestine and will also put an end to the Zionist barbarism. ❑

RAMAZAN:

THE MONTH OF SELF-PURIFICATION

— *S. Ali Imam Zaidi*

Holy Qur'an says, *"O' you who believe! Fasting is prescribed for you, as it was prescribed for those before you, so that you may guard (against evil)"*[1]
The Messenger of Allah (PBUH) said: *"Keep fast for your health"*.

The lunar calendar of Islam brings the fast of the month of Ramazan eleven days earlier every year. Thus, in a cycle of about thirty-three years, it passes through all the seasons.

In Islam, the spiritual, social, economic, political and psychological benefits of the fast are interrelated, each affecting the other. Rituals regulate the Muslim's social and individual life and bring them closer to their Creator. A combination of fast, prayers and meditation may be the very best dose for any and all psychological, financial and spiritual ills from which one may be suffering. *They purify the soul, cleanse the intention, and bring about an abundance of good from the Almighty Who is ever-watching over us and Who desires nothing but good for His sincere servants.*

During the month of Ramazan, the believers learn to curb their desires and check them against transgression, extravagance and yielding to the lower desires, all of which degenerate man and bring him to the pit of self-destruction and annihilation. Fast fosters a strong will, teaches patience and self-discipline, the ability to bear hardship and tolerate hunger and thirst. In short, it brings about a clear victory over one's illicit desires and selfish impulses. It regulates, systemizes and energises the instincts. It trains the body to submit to lofty spiritual impulses. *Fast safeguards the body's health by protecting it against extravagance. It grants its organs a respite so that they may be ready to resume their activities. As medical science has proved, fast is a medicine for many bodily and nervous ailments. It is a moral education, a nourishment of supreme virtues. It teaches the believer to abandon vices, to control emotions and instincts to curb the tongue against saying what is wrong or inappropriate and the conscience against contemplating upon wrong doing or subversion.* It promotes the spirit of unity among members of the fasting community; it teaches them humility and humbleness and instills within them the feeling of equality before Allah. The rich have to observe it as well as the poor, the women as well as the men, the influential and powerful as well as the weak and downtrodden ; they all have to observe the fast and its rules and regulations. The month of Ramazan promotes the spirit of charity and compassion towards the poor and the needy, and it reminds each believer of the needs of other believers.

Islam places a great deal of emphasis on moral excellence during this holy month. The holy Prophet of Islam (pbuh) has said, "One who, while fasting, neither guards his tongue from telling lies nor refrains from doing bad deeds does not respect his fast, while Allah does not approve of mere abstention from food..... When you fast, you should not speak ill of anybody, nor should you be boisterous or noisy. If anybody speaks ill of you or tries to pick a quarrel with you, do not respond to him in the same manner; rather, simply tell him that you are fasting".[2]

The institute of the fast is one of the signs of the Almighty's mercy on those who adhere to His divine creed, and it is never meant to put a hardship on anybody. The Almighty does not

gain any benefit from putting hardship on anyone; on the contrary, He always tries to pave the way of happiness for His servants in this life and in the life to come, and sometimes He even "pushes" them to do what is good for them, as is the case with making the fast of the month of Ramazan obligatory on every believing man and woman. But if you afford this great month a sincere and profound welcome, you will receive your rewards in many, many ways both in the short life of this fleeting world and in the eternal abode.

EFFECTS OF FASTING

Fast effects our life in many ways, although the discussion here is restricted to the primary three effects.

1) Freedom from the power of habits

Habits have power over people and authority over their hearts. They take root until they become a natural thing which a person cannot get rid of, nor can he abandon them. Many people among us are enslaved by our habit in eating, drinking, sleeping and waking, and we are not able to leave them or get rid of their control. They are habits connected with food, its varieties, taking tea, sweets, smoking tobacco etc., as well as habits regarding sleeping and habits regarding work and so on.

Fasting is an effective cure for these usual habits. It trains persons to get rid of them, and be free from their hold and demands. It also draws the attention of men to the fact that these habits are not natural things from which one cannot escape. Rather these are things he has imposed upon himself, or they have been imposed upon him by circumstances without his having any choice. He, therefore, can abandon them and free himself from their domination if only he can show determination and firm resolve.[3]

If a person tries in the month of fasting and conditions himself in practical terms, he will definitely acquire a new quality, that is the quality of true determination to get rid of any such thing which is harmful and brings no benefit to him. From his struggle to give up the habits related to food and drink he can move on to resist and fight other habits of his life as well as self made customs of the society which are harmful.

"'O' you who believe! fasting is prescribed for you, as it was prescribed for those before you, so that you may guard (against evil)"[4]

2) Endurance

The Second effect of fasting is that it makes a man accustomed to endurance. Endurance is the noblest character and the essence of human virtues. The *Holy Qur'an* has attached importance to it, and urged people to adopt it from many of its chapters and verses. It is also said that endurance is half of faith, and fasting is half of endurance. Allah the Most High grants the reward of every good deed, and increases the reward of whosoever He wishes, but when He spoke about the reward of people who endure He said:

"The people who endure shall receive their rewards in full without measure,"[5]

Fasting is the training and coaching for endurance. The fasting person abandons his food, his drink and all that he desires. He sees with his own eyes the pleasures of the table and other things which he has been asked to forsake, but controls himself in fulfilment of the Commands of Allah and resorts to endurance having hope in the reward of Allah. If he is confronted by misbehaviour or abuse from someone he does not get angry, and does not respond with a similar action. He is not even disturbed, as though he is saying to the other person, "Do whatever you want, I have made a covenant with Allah by my fast that I will preserve my tongue and my limbs. How can I then breach the covenant and respond to you or act with evil towards you as you have done?"

"If you stretch your hand towards me to kill me I shall never stretch my hand towards you to kill you, surely I fear Allah, the Lord of the worlds."[6]

The fasting person who is expecting a reward from Allah knows very well that fasting is a trust.

"Allah commands you that you render back the trust to their owners,"[7]

The fasting person who is expecting reward does not feel any inconvenience nor discomfort in his heart, but on the contrary he is satisfied, content and comfortable. His body may feel weak, but his spirit is high and active. The sincere fasting person is not angered in Ramazan by things which anger him at other times. He does not get bored by matters which bore him when he is not fasting. All this

happens because his fast is for Allah, his endurance is by Allah, and his reward is upon Allah.

3) Religious deterrent

Another impact of the fast is that it inculcates the fear and sense of being watched by Allah in the open and in secret. The fasting person feels that he is a trustee and has the duty of observing his actions whether big or small. "He fully realises the fear of his Lord and His Observation of his actions.

There is an issue here that the reformers and leaders and rulers of nations are required to pay heed to, and this is that religious deterrent works in the hearts of the people more effectively than the deterrent of power and authority. When a person is used to listening to his conscience, being aware of his Lord and fearing His Punishment, society will be safe from his destructive acts and secure from his evil deeds. However, if one depends entirely on the authorities and the law for enforcement then it should be remembered that people in authority are sometimes careless and the law is interpreted so that loopholes exist to exclude its application. That is why where there is a lack of religious education crimes and evil deeds abound.

It is, therefore, our duty as custodians of peace and patrons of order and stability to take measures to discipline the people with the method prescribed by religion and virtue so that we may find peace and spare the efforts which are wasted on useless ends. The observation of Allah's Commands is a strong safeguard which bars a man from thinking about crimes and evil doings. Perhaps this is the meaning of what the Prophet Mohammed (pbuh) is reported to have said : "When Ramazan comes the Gates of Paradise are opened, the Gates of Hell are shut, and devils are put in chains."

Islam as the last revealed religion on this earth aims, through its teachings, to maintain a balance between the material and the spiritual aspects of human beings. It commands that the body be given its full share of worldly pleasures, but efforts must be made to restrict its greed and capacity. Human beings must strive hard to link themselves with the Divine.

All obligatory duties in Islam aim to achieve this goal, but fasting is prominent among them in this respect. Fasting keeps a person away from food and drink, and all other prohibited activities, and by this lifts him above the level of animals.

It creates in him a strong will-power and resolve to do things that are good and beneficial. He sees edible and drinkable things before him and can consume them without being noticed, but he listens to his conscience. His faith reminds him that there is a Being from Whom nothing is hidden.

References:

1. Holy *Qur'an* (2:182)
2. Fast of the month of Ramazan: Philosophy and *Ahkam*
3. The Straight Path-UK, Jan'97
4. Holy *Qur'an* (2:182)
5. Holy *Qur'an* (39:10)
6. Holy *Qur'an* (5:28)
7. Holy *Qur'an* (4:58)

❑

GIVE YOUR CHILD A GOOD NAME

— S. Ali Imam Zaidi

Hazrat 'Ali (A.S.) said: "The first beneficence of a parent towards his child is to give him a good name; therefore, you should name your child with a good name".

It is a fact that good names may have a good influence on the mind of a person. A child hears his name day and night; and it is reasonable to believe that the meaning of that name subconsciously strengthens those characteristics which are implied in that name. Of course, it does not mean that no evil person has a good name. What is emphasised here is the fact that a name has psychological effect on the person.

A bad name has one more tangible evil effect. Whenever that name is announced, the person will feel embarrassment and the name will become a source of constant irritation, effecting his outlook of society. Hence, there is much emphasis in *hadis* on giving good names to children.

The Holy Prophet used to emphasise this aspect of life so much and used to change the bad names of people and places.

It is recommended that the child be named after the Holy Prophet and his holy family.

Nowadays people name their children after film actors and actresses. This trend shows that now our daily life and its dominating thoughts have lost their connection with the founder of Islam, his family and friends. By giving our children the names of such anti-Islamic persons, we are teaching our children not to care about Islam in their lives. Such an attitude must be given up.

YEAR OF DIALOGUE AMONG THE CIVILISATIONS

The President of the Islamic Republic of Iran Hujjatul Islam Syed Muhammed Khatami, while delivering his speech in the recent UN General Assembly Session, made a proposal that year 2001 should be declared as the year of dialogue among the civilisations by the United Nations Organisation. This proposal was finally approved by the member nations of this organisation.

While making this proposal, President Khatami said as a first step towards the establishment of justice and freedom throughout the world the United Nations should declare the year 2001 as the year of dialogue among various civilisations of the world. Following President Khatami's speech, the Iranian delegation tabled a resolution on the subject, which was fully supported by the member nations namely Italy, Greece, Egypt and India. Later, the UN General Assembly Committee on September 30, 98, accepted to include President Khatami's proposal as article No.98 of the draft resolution of the UN General Assembly Session, which was finally approved by the member nations on October 7, 1998.

Iran's permanent representative to the United Nation's Mr. Husainian, while commenting upon the proposal of President Khatami said that President Khatami's proposal was based on solid political and cultural footings and also by according due respect to the fundamental rights of mankind.

On the otherhand, the Deputy Foreign Minister of the Islamic Republic of Iran declared in the UN General Assembly Session that steps for having dialogue among the civilisations do exist in this world. President Khatami's initiative to strengthen dialogue among various civilisations can play a pivotal role in the expansion of constructive cooperation

> The President of the Islamic Republic of Iran Hujjatul Islam Syed Muhammed Khatami, while delivering his speech in the recent UN General Assembly Session, made a proposal that year 2001 should be declared as the year of dialogue among the civilisations by the United Nations Organisation. This proposal was finally approved by the member nations of this organisation.

the approval of this proposal by the UN General Assembly has proved that contrary to the baseless allegations against the Islamic Republic of Iran made by some of the foreign mass media network, Iran is the champion of world peace and it sincerely strives for the promotion of friendly relations among the worlds nations through dialogue and constructive cooperation and in various fields of life and also in promoting friendly relations among them. The main aim of this proposal is to draw the attention of the people of the world towards the fact that the present clash of different civilisation should not be regarded as a source of contention but should always be treated as a source of promotion and development of the nations of the world.

IRAN CONDOLES THE DEATH OF ALLAMA JA'FRI

The world known scholar philosopher and high ranking jurisprudent of Islam Allama Sheikh Mohammed Taqi Ja'fri died on November 16, 1998 after a prolonged illness.

Prof. Taqi Ja'fri was born in 1925 in Tabriz city. He completed his primary education at Madarsa-e-Etemad and secured first position in his class V examination. Since he belonged to a very poor family he could not continue his studies and started working at a place for providing necessary financial assistance to his family. He was keenly interested in pursuing his studies. His father accepted his request and took him to Talebia school for admission. While continuing his studies he had to work after school time in order to cope with his educational expenses.

After completing his secondary education at Talebia School, Allama Taqi Ja'fri went to Tehran and entered Madarsa-e-Marvi. Later he went to Qum to complete his education in theological sciences. In Qum he had to face intolerable financial hardship like starvation for days together but he was never disappointed. He stayed in Qum for one year and left for Tabriz to attend to his ailing mother. But, the moment he reached Tabriz, his mother had already expired.

In 1948, Allama Taqi Ja'fri left for Najaf city in Iraq and stayed there for more than 12 years. In Najaf, Allama Ja'fri got the opportunity of participating in the lectures of top ranking scholars and jurisprudents of Islam like Ayatullah Sheikh Kazim Shirazi, Ayatullah Abul Qasim Khoi, Ayatullah Syed Mehmood Shahrodi, Ayatullah Syed Jamal Gulpaigani, Ayatullah Syed Abdul Haadi Shirazi, Ayatullah Meelani, Ayatullah Sheikh Sadra Qafqazi and Sheikh Murtaza Taleqaani.

During the last five years of his stay in Najaf city, Allama Ja'fri started teaching philosophy and jurisprudence. A number of prominent scholars of Islam like the martyred Ayatullah Syed Baqir-us-Sadr, were his students.

Later, he came back to Tehran and started his research work. Allama Taqi Ja'fri was actively engaged in research projects till he breathed his last. He produced more than 50 authentic books and hundreds of articles on various topics related to Islam. Besides, he used to deliver lectures on various literary topics at Tehran University.

The leader of the Islamic Revolution Ayatullah Syed Ali-e-Khamenei issued a condolence message on the sad demise of Allama Ja'fri wherein he described Allama Ja'fri's death as an irreparable loss to the academic and cultural society of Iran.

Recognising Allama Ja'fri's dedication to research activities Ayatullah Khamenei said that during the last 45 years of his works Allama Ja'fri presented valuable and authentic books to the world of knowledge and science which will serve as reference material for the coming generations of scholars interested in having deep and critical study of the Islamic sciences.

Part-3

AN INTRODUCTION TO 'IRFAN

by Martyr Murtaza Mutahhari

The Origins of Islamic 'Irfan: (contd.)

Mention is made in the Quran of the purification of the self, and it is counted as one of the things leading to salvation and deliverance:

و نفس... قد افلح من زكيها

و قد خاب من دسيها

(By the self)... verify he who purifies it has succeeded, while he who co-rrupts it has indeed failed. (91:7-10)

There is also repeated mention there of love of God as a passion above all other human loves and attractions.

The Quran also speaks about all the particles of creation glorifying and praising God (17:44), and this is phrased in a way to imply that if one were to perfect his understanding, he would be able to perceive their praise and magnification of God. Moreover, the Quran raises the issue of the Divine breath in relation to the nature and constitution of the human being (32:9).

This, and much more besides, is sufficient to have inspired a comprehensive and magnificent spirituality regarding God, the world, and man, particularly regarding his relationship with God.

As previously mentioned, we are not considering how the Muslim 'urafa' have made use of these resources, or whether their utilisation has been correct or incorrect. We are considering whether there did exist such great resources that could have provided effective inspiration for 'irfan in the Islamic world. Even if we suppose that those usually classed as 'urafa' could not make proper use of them, others who are not classed as such did make use of them.

In addition to the Quran, the traditions, sermons, supplications (*du'a'*), polemical dialogues (*ihtijajat*), and the biographies of the great figures of Islam, all show that the spiritual life current in the early days of Islam was not merely a lifeless type of asceticism blended with a worship performed in the hope of the rewards of Paradise. Concepts and notions are found in the traditions, sermons, supplications, and polemical dialogues that stand at a very high level of sublimity. Similarly, the biographies of the leading personalities of the early days of Islam was not merely a lifeless type of asceticism blended with a worship performed in the hope of the rewards of Paradise. Concepts and notions are found in the traditions, sermons, supplications, and polemical dialogues that stand at a very high level of sublimity. Similarly, the biographies of the leading personalities of the early days of Islam display many instances of spiritual ecstasy, visions, occurrences, inner insights, and burning spiritual love. We will now relate an example of it.

Al-Kafi relates that one morning after performing the dawn prayer, a young man (Harithah ibn Malik ibn Nu'man al-'Ansari) caught the Prophet's eye. Lean and pale, his eyes sunken, he gave the impression of being unaware of his own condition and of being unable to keep his balance. "How are you?" inquired the Prophet. "I have attained certain faith," the youth replied. "What is the sign of you certainty?" the Prophet asked.

The youth replied that his certainty had immersed him in grid. It kept him awake at night (in worship) and thirsty by day (in fasting), and had separated him from the world and its matters so completely that it seemed to him as if he could see the Divine Throne already set up (on the Judgement Day) to settle

The spiritual life current in the early days of Islam was not merely a lifeless type of asceticism blended with a worship performed in the hope of the rewards of Paradise.

the people's accounts, that he together with all of mankind were raised from the dead. He said that it seemed to him that even at that moment he could see the people of Paradise enjoying its bounties, and the people of heel suffering torments and he could hear the roar of its flames.

The Holy Prophet (S) turned to his Companions and told them, "This is a man whose heart has been illuminated with the light of faith by God", Then he said to the youth, "Preserve this condition you are in, and do not let it be taken away from you." "Pray for me," the youth replied, "that God may grant me martyrdom."

Not long after this encounter, a battle took place, and the youth, taking part, was granted his wish and was martyred.

The life, utterances and prayers of the Holy Prophet (S) are rich with spiritual enthusiasm and ecstasy, and full of indications of gnosis, and the 'urafa' often rely on the Prophet's supplications as reference and evidence for their views.

Similarly, the words of Amir al-Mu'minin 'Ali(A), to whom nearly all the 'urafa' and sufis trace the origin of their orders, are also spiritually inspiring. I wish to draw attention to two passages of he *Nahj al-balaghah*. In *Khutbah* No.222, 'Ali states:

ان الله سبحانه و تعالى جعل الذكر جلاء للقلوب، تسمع به بعد الوقرة، و تبصر به بعد العشوة، و تنقاد به بعدالمعاندة، وما برح لله - عزت الاوه - فيى البرهة بعد البرهة، وفيى ازمان الفترات، عبادنا جاهم فيى فكرهم، و كلمهم فيى ذات عقولهم.

Certainly, God, the glorified, has made His remembrance the means of burnishing the heart, which makes them hear after deafness, see after blindness, and makes them submissive after unruliness. In all the periods and times when there were no prophets, there have been individuals with whom God – precious are His bounties – spoke in whispers through their conscience and intellects.

In *Khutbah* No.220, speaking about the men of God, he says:

قد احيا عقلت، وامات نفسه، حتى ذق جليله، ولطف غليبه، و برق له لا مع كثيرالبرق، فابان له الطريق، و سلک به السبيل، و تدا فعته الابواب الى باب السلامة، ودار الاقامة، وثبتت رجلا- بطمانينة بدنه فيى قرارالامن والراحة، بما استعمل قلبه، وارضى ربه.

He revives his intellect and mortifies his self, until his body becomes lean and his coarseness turns into refinement. Then an effulgence of extreme brightness shines forth for illuminating the path before him, opening all the doors and leading him straight to the gate of safety and the (permanent) abode. His feet, carrying his body, become fixed in the position of safety and comfort on account of that which engages his heart and on having won the good pleasure of his Lord.

The Islamic supplications, especially those of the Shi'ah, are also replete with spiritual teachings. The *Du'a' Kumayl*, the *Du'a' Abi Hamzah*, the supplications of *al-Sahifat al-Kamilah* and the group of supplications called *Sha'baniyyah*, all contain the most sublime spiritual ideas.

With the existence of all these resources in Islam, is there a need for us to search for the origin of Islamic 'irfan elsewhere?

This reminds us of the case of Abu Dharr al-Ghifari and his protest against the tyrants of his time and his vocal criticism of their practices. Abu Dharr was severely critical of the favouritism, partisan politics, injustice, corruption and tyranny of the post-Prophetic era in which he lived. This led him to suffer torture and exile, and finally it was in exile, deserted and alone, that he passed away from this world.

A number of orientalists have raised the question of what motivated Abu Dharr to act as he did. They are in search of something foreign to the world of Islam to explain his behaviour.

George Jurdaq, a Lebanese Christian, provides an answer to these orientalists in his book *la-'Imam 'Ali, sawt al-'adalah al-'insaniyyah* (Imam 'Ali, the Voice of Human Justice). There he says that he is amazed at those who wish to trace Abu Dharr's mentality to an extra-Islamic source. He says it is as if they see someone standing at the side of a sea or river with a pitcher of water in his hands, and begin to wonder from which pool he has filled his pitcher, and then, completely ignoring the nearby sea or river, go off in search of a pool or pond to explain his full pitcher of water.

What other source other than Islam could have inspired Abu Dharr? Which source could have the power of Islam in inspiring the likes of Abu Dharr to rise against the tyrants of this world such as Mu'awiyah?

Now we see a similar pattern in regard to 'irfan. The orientalists

are in search of a non-Islamic source of inspiration of 'irfan, while they completely overlook the great ocean of Islam.

Can we really be expected to overlook all these resources – the Holy Quran, the traditions, the sermons, the polemical dialogues, the supplications, and the biographies – simply in order to give credence to the view of a group of orientalists and their Eastern followers?

Formerly, the orientalists took great pains to project the origins of Islamic 'irfan as lying outside the original teachings of Islam. Lately, however, such individuals as the English R.A. Nicholson and the French Louis Massignon, after having made extensive studies in Islamic 'irfan, without being unacquainted with Islam in general, have expressly admitted that the principal sources of 'irfan are the Quran and the Prophet's Sunnah.

We will conclude this lecture by quoting a passage by Nicholson from the book The Legacy of Islam:

(Though Muhammad left no system of dogmatic or mystical theology, the Qur'an contains the raw materials of both. Being the outcome of feeling than reflection, the Prophet's statements about God are formally inconsistent, and while Muslim scholastics have embodied in their creed the aspect of transcendence, the Sufis, following his example, have combined the transcendent aspect with that of immanence, on which, though it is less prominent in the Qur'an, they naturally lay greater emphasis.)[2] *'Allah is the Light of the heavens and the earth' (xxiv:35); 'He is the first and the last and the outward and the inward' (lvii:3); 'there is no god but He; everything is perishing except His Face' (xxviii:88); 'Have breathed into him (man) of My spirit' (xv:29); 'Verily, We have created man and We know what his soul suggests to him, for We are nigher unto him than the neck-artery' (1:15); 'wheresoever ye turn, there is the Face of Allah' (ii:114); 'he to whom Allah giveth no light hath no light at all' (xxiv:40). Surely the seeds of mysticism are here. And, for the early sufis, the Qur'an is not only the Word of God: it is the primary means of drawing near to Him. By fervent prayer, by meditating profoundly on the text as a whole and in particular on the mysterious passages (xvii:1; liii:1-18) concerning the Night-journey and Ascension, they endeavoured to reproduce the Prophet's mystical experience in themselves.*[3]

...The doctrine of a mystical union imparted by divine grace goes beyond anything in the Qur'an, but is stated plainly in apocryphal traditions of the Prophet, e.g. God said, "My servant draws nigh unto Me by works of supererogation, and I love him; and when I love him, I am his ear, so that he hears by Me, and his eye, so that he sees by Me, and his tongue, so that he speaks by Me, and his hand, so that he takes my Me."[4]

As repeatedly said before, we are not concerned here with the question whether the 'urafa' have succeeded in correctly utilising the inspiration provided by Islam; our purpose was to consider whether the main source of their inspiration lay within Islam or outside it.

'Urafa' of the Sixth/Twelfth Century:

1. **'Ayn al-Qudat al-Hamadani:** Of the most enthusiastic of mystics, 'Ayn al-Qudat al-Hamadani was the disciple of Ahmad al-Ghazali's, younger brother of Muhammad, who was also a mystic. The author of many books, he also composed some brilliant poetry that, however, was not altogether free of theopathetic exclamations (*shathiyyat*). Charges of heresy were brought against him; he was executed, and his body burnt and his ashes cast to the winds. He was killed around 525-533/1131-1139.

2. **Sana'i Ghaznawi:** A famous poet, his verse is loaded with profound mystic sentiments. Rumi, in his *Mathnawi*, has cited some of his sayings and expounded them. He died around the middle of the 6th /12th century.

3. **Ahmad Jami:** Known as "*Zhand-e Pil*", Jami is one of the most celebrated of 'urafa' and sufis. His tomb lies at Turbat-e Jam, near the border between Iran and Afghanistan, and is well-known. Following lines are among the verses he composed on fear (*khawf*) and hope (*raja'*):

غره مشو که مرکب مردان مرد را در
در سنگلاخ بادیه پیها بریده اند
نومیدهم مباش که رندان جرعه نوش
ناگه به یک ترانه به منزل رسیده اند

Be not haughty, for the mount of many a mighty man
Has been hamstrung among rocks in the desert;
But neither despair, for even wine-drinking libertines
Have suddenly arrived at the destination by a single song.

Contd...

دوش وقت سحر از غصه نجاتم دادند
وندر آن ظلمت شب آب حیاتم دادند
بیخود از شعشعه پرتو ذاتم کردند
باده از جام تجلی صفاتم دادند
چه مبارک سحری بود و چه فرخنده شبی
آن شب قدر که این تازه براتم دادند
بعد از این روی من و آینه وصف جمال
هاتف آن روز به من مژده این دولت داد
که بدان جور و جفا صبر و ثباتم دادند
این همه شهد و شکر کز سخنم می‌ریزد
اجر صبریست کز آن شاخ نباتم دادند
همت حافظ و انفاس سحرخیزان بود
که ز بند غم ایام نجاتم دادند
حافظ شیرازی

RAH-E-ISLAM

(*Urdu Monthly*) R.N.I. No.49147/88

No.175-176, November-December 1998

نمای بارگاہ وحرم مولا امیرمومنان ع، نجف اشرف

Holy Shrine of Imam Ali (a.s.) Najaf

خانۂ مولا علی ۔ علیہ السلام ۔ در کوفہ

Imam Ali's house in Kufa City.